ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

33

www.tanzeem.org

29ذوالقعدہ تا 5ذوالحجہ1438ھ/ 22 تا 28اگست 2017ء

فلسفۂ قربانی

آ نحضورﷺ سے دریافت کیا گیا کہ ’’یارسول اللہ! ان قربانیوں کی نوعیت کیا ہے؟‘‘ تو جواباً آپؐ نے ارشادفرمایا: ’’یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنّت ہے!‘‘— گویا بھیڑوں، بکریوں، گایوں اوراونٹوں کی قربانی اصلاً علامت کی حیثیت رکھتی ہے اطاعت وفرماں برداری اور تسلیم وانقیاد اور اس پر مداومت اور استقامت کی اس روح کے لیے جو حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی پوری شخصیت میں رچی بسی ہوئی تھی اوران کی پوری زندگی میں جاری وساری رہی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں متنبہ فرمادیا گیا تھا کہ:

’’اللہ تک نہیں پہنچتا ان قربانیوں کا گوشت یا خون، ہاں اس تک رسائی ہے تمہارے تقویٰ کی۔‘‘

یہ دوسری بات ہے کہ جس طرح ہم نے دین کے دوسرے تمام حقائق کو محض رسموں میں تبدیل کر کے رکھ دیا ہے۔اسی طرح قربانی کی روح بھی آج نام نہاد مسلمانوں کی ایک عظیم اکثریت کے عمل ہی سے نہیں وہم وخیال سے بھی غائب ہوچکی ہے۔اوراب اس کی حیثیت بعض کے نزدیک محض ایک رسم کی ہے اور اکثر کے نزدیک اس سے بھی بڑھ کر ایک قومی تہوار کی۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ ہر سال بیس لاکھ سے بھی زائد کلمہ گو حج کرتے ہیں اور بلا مبالغہ کروڑوں کی تعداد میں جانوروں کی قربانی دی جاتی ہے،لیکن وہ روحِ تقویٰ کہیں نظر نہیں آتا جس کی رسائی اللہ تک ہے۔بقول علامہ اقبال مرحوم ؎

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے ۔۔۔ وہ دل، وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج ۔۔۔ یہ سب باقی ہیں تُو باقی نہیں ہے!

کاش کہ ہم جرأت کے ساتھ موجودہ صورتحال کا صحیح تجزیہ کرسکیں اوراصل روحِ قربانی کو اپنی شخصیتوں میں جذب کرنے پر کمر ہمت کس لیں،اورعید قربان پر جب اللہ کے لیے ایک بکرا یا دنبہ ذبح کریں تو ساتھ ہی عزمِ مصمم کرلیں کہ اپنا تن، من، دھن اس کی رضا پر قربان کردیں گے۔

عیدالاضحیٰ اورفلسفۂ قربانی
ڈاکٹر اسرار احمدؒ

انقلاب

اللہ کے پسندیدہ بندوں کے اوصاف

مطالعۂ کلامِ اقبال

آئین کی دفعات 62اور63

فی الحال صرف مادر پدرآزادی!

عشرہ ذوالحجہ کی فضیلت

قربانی کے فضائل ومسائل

Why Modern Intellectuals don't reach the Truth?

الھدیٰ (768)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

گھر والوں اور قوم کو تبلیغ

سُورۃُ مَریَم | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات:55 تا 57

وَ کَانَ یَاۡمُرُ اَہۡلَہٗ بِالصَّلٰوۃِ وَ الزَّکٰوۃِ ۪ وَ کَانَ عِنۡدَ رَبِّہٖ مَرۡضِیًّا ﴿۵۵﴾ وَ اذۡکُرۡ فِی الۡکِتٰبِ اِدۡرِیۡسَ ۫ اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیۡقًا نَّبِیًّا ﴿٭ۙ۵۶﴾ وَّ رَفَعۡنٰہُ مَکَانًا عَلِیًّا ﴿۵۷﴾

آیت ۵۵ ﴿وَ کَانَ یَاۡمُرُ اَہۡلَہٗ بِالصَّلٰوۃِ وَ الزَّکٰوۃِ ۪ وَ کَانَ عِنۡدَ رَبِّہٖ مَرۡضِیًّا ﴿۵۵﴾﴾ ''اور وہ حکم دیتے تھے اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا' اور وہ اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ تھے۔''

آپؑ اللہ تعالیٰ کے بہت منظورِ نظر تھے۔

آیت ۵۶ ﴿وَ اذۡکُرۡ فِی الۡکِتٰبِ اِدۡرِیۡسَ ۫﴾ ''اور تذکرہ کیجیے کتاب میں ادریسؑ کا (بھی)''

حضرت ادریس علیہ السلام' حضرت آدم علیہ السلام کے بعد اور حضرت نوح علیہ السلام سے قبل زمانے میں مبعوث ہوئے۔ ان سے پہلے ذریتِ آدمؑ میں حضرت شیث علیہ السلام گزر چکے تھے۔ تورات میں ان کا نام ''حنوک'' مذکور ہے۔ ان کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔ حضرت ادریس اور حضرت شیث علیہما السلام دونوں نبی تھے' جبکہ ان کے بعد حضرت نوح علیہ السلام پہلے رسول کے طور پر مبعوث ہوئے۔

﴿اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیۡقًا نَّبِیًّا ﴿۵۶﴾﴾ ''یقیناً وہ صدیق نبی تھے۔''

اس سے پہلے آیت ۴۱ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی ''صِدِّیۡقًا نَّبِیًّا'' کے لقب سے نوازا گیا ہے۔ یعنی مزاج کے اعتبار سے حضرت ادریس علیہ السلام کی مناسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تھی۔ دونوں شخصیات صدیقیت کے مزاج کی حامل تھیں۔

آیت ۵۷ ﴿وَّ رَفَعۡنٰہُ مَکَانًا عَلِیًّا ﴿۵۷﴾﴾ ''اور ہم نے انہیں اٹھایا بلند مقام پر۔''

اسرائیلی روایات کے زیر اثر بعض لوگوں نے اس سے رفع سماوی مراد لیا ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح زندہ اٹھا لیا تھا۔ معراج کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تھی۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں الفاظِ قرآنی بہت واضح ہیں: ﴿رَافِعُکَ اِلَیَّ﴾ (آل عمران:۵۵) کہ میں آپؑ کو اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ ان الفاظ سے رفع سماوی کا مفہوم متعین ہو جاتا ہے' جبکہ حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں آیت زیر نظر میں لفظ ''رفع'' کے ساتھ ''اِلٰی'' کی عدم موجودگی میں یہ مفہوم متعین نہیں ہوتا۔ چنانچہ یہاں پر اس لفظ کا یہی مفہوم مراد لیا جا سکتا ہے کہ ہم نے انہیں بلند مقام عطا کیا۔

فرمان نبویؐ

خشوع وخضوع والی نماز

عَنۡ عُثۡمَان رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم: ((مَا مِنَ امۡرِءٍ مُسۡلِمٍ تَحۡضُرُہُ صَلٰوۃٌ مَکۡتُوۡبَۃٌ فَیُحۡسِنُ وُضُوۡءَ ہَا وَخُشُوۡعَہَا وَرُکُوۡعَہَا اِلَّا کَانَتۡ کَفَّارَۃً لِّمَا قَبۡلَہَا مِنَ الذُّنُوۡبِ مَا لَمۡ یُؤۡتِ کَبِیۡرَۃً وَّذٰلِکَ الدَّہۡرَ کُلَّہٗ)) (مسلم)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو مسلمان فرض نماز کا وقت آنے پر اچھی طرح وضو کرے اور نماز میں خشوع وخضوع کرے تو (اس کی یہ نماز) ان گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے جو اس نے نماز سے پہلے کیے تھے، بشرطیکہ وہ گناہ کبیرہ نہ ہوں اور ایسا ہمیشہ ہوتا رہتا ہے (یعنی وہ نماز جو گناہوں کا کفارہ ہے کسی زمانہ میں مخصوص نہیں ہے یہ فضیلت ہر زمانہ میں قائم رہتی ہے)۔''

تشریح: نماز کی اصل روح خشوع اور خضوع ہے اس لیے کہ نماز ہی وہ عبادت ہے جو بندہ کی انتہائی بے چارگی اور اس کے عجز کو ظاہر کرتی ہے لہٰذا نماز کے اندر جتنا زیادہ خشوع وخضوع ہوگا اتنی ہی اعلیٰ درجہ تک رسائی ہوگی۔ نماز میں خشوع کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی آدمی نماز پڑھے تو نماز کے جتنے ظاہری و باطنی آداب ہیں سب کو بجا لائے۔ جب نماز کے لئے کھڑا ہو تو نہایت سکون کے ساتھ رہے۔ نظر سجدہ کی جگہ پر ہو، اپنا دھیان نماز ہی میں رکھے کسی دوسری طرف دھیان نہ بٹے، بدن اور کپڑوں سے نہ کھیلیں، دائیں بائیں نہ دیکھیں اور آنکھ بند نہ کرے، یہ تمام چیزیں اگر نماز میں حاصل ہو جائیں تو پھر ان شاء اللہ حضور قلب کی دولت بھی میسر آ جائے گی جو عند اللہ نماز کی مقبولیت کا سبب ہے۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیمِ اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

29 ذوالقعدہ تا 5 ذوالحجہ 1438ھ جلد 26
22 تا 28 اگست 2017ء شمارہ 33

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انقلاب

سابق وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف نے عدلیہ کی طرف سے نااہل قرار دیئے جانے پر ایک عوامی ریلی میں انقلاب کی صدا لگائی ہے جس پر مناسب ترین تبصرہ تو پاکستان پیپلز پارٹی کے نیئر بخاری سابق چیئرمین سینٹ نے کیا ہے کہ: "نواز شریف کا انقلاب کا نعرہ لگانا آثارِ قیامت میں سے ہے" حقیقت یہ ہے کہ انسانی تاریخ میں ہمیشہ انقلاب کا نعرہ اُن طبقات کی طرف سے لگایا گیا' جو وقت کے پسے ہوئے اور محروم لوگ ہوتے ہیں' جنہیں وقت کی غاصب قوتوں نے ہر قسم کے حقوق سے محروم رکھا ہوتا ہے۔ اور وقت کا نظام اُنہیں ظلم و ستم کا شکار کیے ہوتا ہے اور اُن لوگوں کے لیے یہ دنیا اُس نظام کے رکھوالوں کی چیرہ دستیوں کی وجہ سے جہنم بنی ہوتی ہے۔ جبکہ نواز شریف تو اس نظام کی وجہ سے پلے بڑھے اور پھلے پھولے اور اگر یہ کہا جائے تو قطعی طور پر غلط نہ ہوگا کہ اس نظام کی بدولت عوام کو milk کرنے اور خون نچوڑ کر اپنی تجوریاں بھرنے والے گروہ کے وہ بڑوں میں سے تھے۔ لہٰذا ہمارے نزدیک اُن کا انقلاب کا نعرہ لگانا اُن کی وقتی مہم جوئی اور سیاست بازی کا حصہ ہونے کے سوا کچھ نہیں۔ البتہ اُنہوں نے ہمیں انقلاب کے حوالے سے مزید غور و فکر اور قارئین کے سامنے اپنا ذہن رکھنے کا موقع فراہم کیا ہے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ ہمارے ہاں فوجی بغاوتوں کو انقلاب کہا گیا جبکہ اُن کے لیے انگریزی کا لفظ Coup صحیح لفظ ہے۔

تنظیم اسلامی کے بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرمایا کرتے تھے کہ انسانی تاریخ میں حضورﷺ کا لایا ہوا انقلاب جسے ہم اسلامی یا مصطفوی انقلاب کہتے ہیں' واحد ہمہ گیر، ہمہ جہتی اور مکمل انقلاب تھا' جس نے سیاست بدل دی، معاشرت بدل دی' معیشت بدل دی گویا دنیا ہی بدل دی' جبکہ باقی تمام انقلاب جزوی تھے۔ انقلاب فرانس صرف سیاسی انقلاب تھا۔ اشترا کی انقلاب صرف معاشی انقلاب تھا۔ ایرانی انقلاب نے جزوی طور پر سیاست اور معاشرت کو تبدیل کیا' وغیرہ وغیرہ۔ بانی تنظیم کے اِس تجزیہ کو ربع صدی گزر چکی ہے۔ اِس دوران جو حقائق سامنے آئے ہیں اِن سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ یہ دنیوی انقلاب جزوی تبدیلی لانے میں بھی ناکام رہے۔ ہم اپنی اِس تحریر میں اِن انقلابات کی ناکامی سامنے لانے کی کوشش کریں گے۔ حضورﷺ کا لایا ہوا اسلامی انقلاب نہ صرف ہمہ جہتی اور ہمہ گیر تھا بلکہ وہ اپنے نتائج فوری طور پر سامنے لایا۔ عرب کے وہ چرواہے جن کے بارے میں دنیا کی ایک سپر پاور ایران کا طرزِ عمل یہ تھا کہ یہ چرواہے اگر ایرانی نکتہ نظر سے کوئی گڑبڑ کرتے تو اُنہیں سیدھا کرنے کے لیے ایرانی اپنی فوج بھیجنا توہین سمجھتے تھے بلکہ اپنے سرحدی کاشتکاروں کو کہہ دیتے تھے کہ انہیں سبق سکھاؤ۔ عرب کے یہی باسی مصطفوی انقلاب کے بعد ایسے مجاہد بنے کہ لاکھوں مربع میل کا علاقہ فتح کیا اور وقت کی دونوں سپر پاورز ایران اور روما کو اپنے قدموں تلے روند ڈالا۔ بے سرو سامان عربوں کی معیشت ایسی مستحکم ہوئی کہ زکوٰۃ کا فریضہ ادا کرنے والے صاحبِ نصاب کے لیے زکوٰۃ کا حقدار ڈھونڈنا مشکل ہوگیا۔ معاشرت میں ایسی تبدیلی آئی کہ اپنی بچیاں زندہ دفن کرنے والے عرب عورت کی عزت و عصمت کے رکھوالے بن گئے اور عورت کو وراثت میں اُس کا حق دیا جانے لگا۔ وہ انقلاب ایسا انقلابِ حق تھا کہ جب تک مسلمان اُس کی تعلیمات سے چمٹے رہے دنیا بھر میں اُن کا ڈنکا بجتا تھا اور مسلمانوں

نے اس انقلاب کے اتنے اور ایسے ثمرات سمیٹے کہ ان کا شمار کرنا اور اُن کی کیفیت بیان کرنا ممکن نہیں لیکن جونہی مسلمان اُس انقلاب کی تعلیمات سے بیگانہ ہوئے، اُس سے دوری اختیار کی تو غالب نہ رہے بلکہ مغلوب ہو گئے۔ عزت دار نہ رہے، ذلیل ورسوا ہو گئے۔ اُن کا ہاتھ اوپر نہ رہا بلکہ غیر کے ہاتھ تلے آ گیا۔ یعنی وہ دینے والا نہ رہا' لینے والا بن گیا۔ آیئے ہم دوسرے انقلابات کا جائزہ لیتے ہیں تاریخی لحاظ سے غیر جانبدارانہ تجزیہ کرنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ یہاں معاملہ بالکل برعکس ہے۔ یہ انقلابات وہاں کی عوام کو کچھ نہ دے سکے۔ پہلے ہم بیسویں صدی میں رونما ہونے والے انقلابات کا جائزہ لیتے ہیں۔

1917ء میں اشتراکی انقلاب آیا جسے بالشویک انقلاب کہا جاتا ہے یہ مزدور کی حکومت کا نعرہ لگا کر آیا تھا اور سرمایہ دارانہ نظام کے ردعمل کے طور پر رونما ہوا تھا۔ لیکن ہوا کیا زار روس کی حکومت ختم ہو گئی۔ مخالفین کی حکومت قائم ہو گئی اور state capitalism یعنی ریاستی سرمایہ دارانہ نظام قائم ہو گیا۔ سوویت یونین نے جو ترقی کی وہ اشتراکیت کی بجائے اس نئے نافذ شدہ نظام کے تحت ہوئی لیکن وہ بھی چونکہ جبر کا نظام تھا۔ لہٰذا ستر سال میں ہی زمین بوس ہو گیا۔ سوویت یونین اس انقلاب کے جبر کی وجہ سے ٹوٹ پھوٹ گیا۔ روس نے پیوٹن کی شخصی محنت کی وجہ سے یقیناً ترقی کی، لیکن پیوٹن کا دیا گیا نظام نہ صرف یہ کہ اشتراکی نظام نہ تھا بلکہ ایک نوع کا اُس کا رد تھا۔ اشتراکیت کے نعرے نے مشرقی یورپ کو بھی متاثر کیا تھا، لیکن مشرقی اور مغربی یورپ میں سیاسی اور معاشی فرق نے ثابت کر دیا کہ انقلاب شروع ہی سے ناکام ہو گیا تھا اور اُس نے عوام کو رتی بھر کچھ نہ دیا۔ صرف مقتدر چہرے تبدیل ہوئے۔

بیسوی صدی کے وسط میں ماؤزے تنگ چین میں سرخ انقلاب لائے اُنہوں نے عظیم تاریخی لانگ مارچ کیا، لیکن اُس انقلاب نے چینی عوام کو کیا دیا۔ خفیہ ایجنسیوں کے ذریعے حکمرانوں کی آہنی گرفت اور جبر کے سوا اُنہیں کچھ نہ ملا۔ چین نے حقیقی ترقی تو ماؤزے تنگ کی موت کے بعد ڈنگ سیاو پنگ کی قیادت میں کی جنہوں نے حق ملکیت کو بتدریج بحال کیا یعنی اینٹی ماؤزے تنگ انقلاب قدم اٹھائے۔ گویا چین کی ترقی ماؤ کے انقلاب کا رد کرنے کے بعد ہوئی۔ 1960ء تک چینی پاکستان کی ترقی کو رشک کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

ایرانی انقلاب کو دنیا میں اسلامی انقلاب کہا جاتا ہے۔ اس انقلاب سے ایران میں بادشاہت ختم ہوئی علماء اور آیت اللہ مقتدر ہو گئے۔ وسیع سطح پر لوگوں کو پھانسیاں لگائی گئیں۔ لیکن اس انقلاب کے بعد ایران کے تعلقات مسلمان ممالک سے خصوصاً عرب ممالک سے بدترین سطح تک پہنچ گئے۔ اسلامی پاکستان پر اس کے منفی اثرات مرتب ہوئے۔ ایران کی معاشی صورتِ حال بگڑی اور بری طرح بگڑی۔ معاشرتی سطح پر کچھ تبدیلیاں نظر آئیں۔ مثلاً عورتوں میں پردہ کا رجحان بڑھا اور مردوں کے چہروں پر خشخشی داڑھی نظر آنے لگی لیکن ایران مسلسل بے چینی کی لپیٹ میں رہا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ترمیم پسند آگے بڑھے۔ مرگ برامریکہ کا نعرہ مدھم ہوا اور امریکہ و یورپ سے معاہدہ کر کے ایٹمی پیش رفت نہ صرف روک دی گئی بلکہ اُس میں پسپائی اختیار کی گئی۔ گویا ایران اب بہتری کی طرف بڑھ رہا ہے۔ لیکن انقلاب کی وجہ سے نہیں رد انقلاب میں قدم اٹھانے کی وجہ سے یہ ممکن ہوا۔

آخر میں آجایئے انقلاب فرانس کی بات کرتے ہیں' جسے ایسا انقلاب کہا جاتا ہے جو دنیا میں جمہوریت لایا۔ اولاً تو یہ بات تاریخی طور پر غلط ہے۔ برطانیہ میں میگنا کارٹا اور بل آف رائٹس 1215ء میں منظور ہوئے۔ جس بیجا کا قانون بنا۔ زمینیں اُن کے مالکان کو واپس ہوئیں۔ چرچ اور پارلیمنٹ میں اختیارات کی تقسیم ہوئی۔ پارلیمنٹ کے اختیار بتدریج بڑھتے چلے گئے۔ 1688ء تک یہ تبدیلی تقریباً مکمل ہو گئی جب چرچ کی طاقت ختم ہو گئی۔

امریکہ میں سول وار 1784ء میں ختم ہو گئی اور 1787ء میں آئین بن گیا۔ جبکہ فرانس میں عوام 1789ء میں بادشاہ لوئی نمبر 16 کے خلاف اٹھے تھے۔ آپ کہہ سکتے ہیں آٹھ سال یعنی 1797ء تک انارکی رہی۔ تب اگرچہ بادشاہ اور اُس کے قریبی لوگ قتل کر دیئے گئے، لیکن بالآخر وہی اشرافیہ آگے بڑھی اور اُس نے حالات کو قابو کر لیا اور انہوں نے ہی عوامی حکومت پارلیمانی سسٹم کی بنیاد پر قائم کر دی۔ تب سے Bestille day منایا جاتا ہے۔ باغی عوام سمجھے کہ اُن کا مقصد حل ہو گیا، عوامی حکومت قائم ہو گئی ہے۔ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ یورپ سے ملوکیت ختم ہوئی اور جمہوریت نے قدم جمائے' لیکن یہ انقلاب فرانس کا نتیجہ نہیں تھا جمہوریت اُس سے پہلے وارد ہو چکی تھی۔ مزید برآں اس نکتہ پر بھی غور کیجیے کہ فرانس جنرل ڈیگال کی آمرانہ حکومت میں دنیا میں اہمیت اختیار کرتا ہے جو جمہوریت کی نفی ہے۔ گویا جس طبقہ کے خلاف بلند بانگ دعوں کے ساتھ انقلاب آیا تھا، وہ اب بھی مقتدر طبقہ ہے اور فرانس ایک ترقی یافتہ ملک کہلاتا ہے۔

اگر آنکھوں سے تعصب کی پٹی اتار دی جائے تو معلوم ہو گا کہ دنیا میں ایک ہی حقیقی انقلاب آیا اور وہ مصطفویؐ انقلاب تھا۔ باقی تو وقت کی حکومتوں کے خلاف بغاوتیں تھیں اس فرق کے ساتھ کہ یہ بغاوتیں صرف فوجی بغاوتیں نہیں تھیں بلکہ عوام کے جذبات کو مشتعل کر کے بھی برپا کی گئی تھیں۔ اُس سے چہرے بدلے، عوام کے لیے کوئی بنیادی تبدیلی نہ لائی جاسکی۔ آنکھیں کھول کر دیکھنے کی ضرورت ہے۔ غیر مسلم بھی اگر دیانت داری سے غور وفکر کریں گے تو اس نتیجہ پر ہی پہنچیں گے کہ انقلاب مصطفویؐ ہی واحد انقلاب تھا جس نے انسان کی نجی اور اجتماعی زندگی کو بدل کر رکھ دیا۔ اُسی نظام کو دوبارہ اپنانے کی ضرورت ہے تاکہ عدل اور امن وسکون قائم ہو اور دنیا جنت نظیر بن جائے۔

اللہ کے پسندیدہ بندوں کے اوصاف

سورۃ الفرقان کے آخری رکوع کی روشنی میں

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 11 اگست 2017ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

محترم قارئین ! پچھلے جمعہ کو سورۃ المومنون کی ابتدائی گیارہ آیات کا بیان ہوا تھا، جس میں بندۂ مومن کی سیرت و کردار کے اہم ترین خدوخال بیان ہوئے تھے۔ جیسے خشوع وخضوع کے ساتھ نماز کی بروقت اور جماعت کے ساتھ ادائیگی، زکوٰۃ کی ادائیگی اور اس کے بعد اللہ کی راہ میں مزید خرچ کرنا، لغو باتوں اور لغو کاموں سے بچنا، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنا اور امانت اور عہد کی پاسداری کرنا۔ یہ بندۂ مومن کی تعمیر سیرت کے بنیادی اوصاف ہیں کہ جن کے بغیر کوئی مومن صاحبِ کردار ہو ہی نہیں سکتا۔ گویا یہ مومن کی پہلی سیڑھی ہے جو سورۃ المومنوں کی پہلی گیارہ آیات میں بیان ہوئی۔ لیکن اس سے آگے کچھ مزید صفات بھی ہیں جو مومن کے درجات بڑھا دیتی ہیں۔ انہی صفات میں سے کچھ سورۃ الفرقان کے آخر میں بیان ہوئی ہیں۔ قرآن نے ان صفات کے حامل مومنین کو عباد الرحمٰن کا نام دیا ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں ان کی صفات کیا ہیں۔

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا﴾ ''اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی اور نرمی کے ساتھ چلتے ہیں''

رحمٰن کے بندے، یعنی اللہ کے پسندیدہ بندے، جو کچھ اضافی صفات کے حامل ہوتے ہیں اور ان صفات میں سے پہلی صفت یہ ہے کہ وہ تکبر وغرور نہیں کرتے بلکہ عجز، انکساری اور تواضع کے ساتھ رہتے ہیں۔ یہ نہیں کہ کچھ کرلیا تو اب گردن اکڑی ہوئی ہے اور سینہ تان لیا ہے۔ نہیں بلکہ اگر خیر کی توفیق ہوتی بھی ہے تو وہ اس کو اللہ کا احسان سمجھ کر اللہ کے آگے مزید جھک جاتے ہیں۔

﴿وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿٦٣﴾﴾ ''اور جب ان سے مخاطب ہوتے ہیں جاہل لوگ تو وہ ان کو سلام کہہ دیتے ہیں۔''

جاہل عربی زبان میں ایسے لوگوں کو کہا جاتا جو مشتعل مزاج ہوں، فوراً جذباتی ہوجائیں یا تھوڑی سی بات پر جھگڑا شروع کردیں۔ اللہ کے پسندیدہ بندے ایسے لوگوں کو سلام کہہ کر الگ ہوجاتے ہیں۔ ایک طرز عمل یہ بھی ہوتا ہے کہ کہیں جھگڑا ہورہا ہے تو فوراً ہی اس کے اندر گھس کر حصہ لینا شروع کردیا یا کوئی تماشا لگا ہوا ہے تو وہاں پہنچ جانا لیکن اللہ کے پسندیدہ بندے ایسا نہیں کرتے بلکہ بڑے باعزت طریقوں سے الگ ہوجاتے ہیں۔

مرتب: ابو ابراھیم

﴿وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿٦٤﴾﴾ ''اور وہ لوگ راتیں بسر کرتے ہیں اپنے رب کے حضور سجدے اور قیام کرتے ہوئے۔''

نماز فرض ہے اور فرض کو چھوڑنے سے بندہ صرف ثواب سے ہی محروم نہیں ہوتا بلکہ اللہ کے ہاں گناہ کبیرہ کا مرتکب بھی ٹھہرتا ہے۔ لہٰذا جیسے سورۃ المومنون میں بیان ہوا کہ بندۂ مومن کے بنیادی اوصاف میں یہ شامل ہے کہ وہ خشوع وخضوع کے ساتھ نماز کی بروقت اور جماعت کے ساتھ ادائیگی کا اہتمام کرتا ہے۔ لیکن عباد الرحمٰن یعنی اللہ کے پسندیدہ بندوں کا یہ وصف ہے کہ وہ فرض نماز کی ادائیگی کے بعد اپنی راتیں بھی سجدہ و قیام میں گزارتے ہیں۔ جیسے آنحضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا معمول تھا کہ وہ قیام اللیل کا اہتمام کرتے تھے جسے ہم نماز تہجد کہتے ہیں۔ تہجد میں اگر آپ نے اُٹھ کر چھ یا آٹھ رکعت پڑھ لیں تو اس کا بھی اپنا فائدہ ہے لیکن اصل مطلوب یہ ہے کہ قیام میں زیادہ سے زیادہ قرآن پڑھا جائے۔ جیسے آنحضور ﷺ کا ایک واقعہ ملتا ہے کہ ایک رکعت میں آپؐ نے سورۃ البقرۃ، آل عمران، النساء پڑھی ہیں۔ چنانچہ یہ عباد الرحمٰن کا اضافی وصف ہے کہ وہ فرض نماز کی ادائیگی کے بعد قیام اللیل کا اہتمام بھی کرتے ہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾﴾ ''اور (اس کے باوجود) وہ لوگ دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے ربّ! عذابِ جہنم کو ہم سے پھیر دے' یقیناً اس کا عذاب چمٹ جانے والی شے ہے۔''

﴿اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿٦٦﴾﴾ ''یقیناً وہ بہت بُری جگہ ہے مستقل ٹھکانے کے لیے بھی اور عارضی قیام کے لیے بھی۔''

یعنی اپنی راتیں اللہ کے حضور جاگتے ہوئے گزارنے کے بعد بھی انہیں یہ احساس ہرگز نہیں ہوتا کہ ہمارا مقام اللہ کے ہاں بڑا اونچا ہے یا ہم جنت کے وارث ہیں بلکہ وہ پھر بھی خشیت الٰہی سے لرزاں و ترساں رہتے ہیں اور اس احساس سے ڈرتے اور کانپتے رہتے ہیں کہ کہیں ہم سے کوئی خطا نہ ہوجائے۔ رب کا کوئی حکم ہم سے رہ نہ جائے۔ چنانچہ وہ ہر وقت تشویش میں ہوتے ہیں اور دعا کرتے رہتے ہیں کہ یا اللہ ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا۔

﴿وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿٦٧﴾﴾ ''اور وہ لوگ کہ جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ بخل سے کام لیتے ہیں بلکہ (ان کا معاملہ) اس کے بین بین معتدل ہوتا ہے۔''

یہ وہی اوصاف ہیں جو ایک بہت ہی سمجھدار اور سنجیدہ انسان میں ہونے چاہییں۔ یعنی لغویات سے پرہیز کرنا، جاہلوں سے الجھ کر اپنا وقت اور طبیعت خراب کرنے کی بجائے خوش اسلوبی سے علیحدہ ہو جانا۔ چنانچہ اسی سمجھداری اور میچورٹی کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ بندہ جب خرچ کرے تو نہ زیادہ اسراف کرے اور نہ ہی بخل سے کام لے بلکہ اعتدال سے خرچ کرے اور یہی اللہ کے پسندیدہ بندوں کا شیوا ہے۔

اس کے بعد اس رکوع میں کبیرہ گناہوں کا ذکر آرہا ہے اور اسی کے ذیل میں ایک بہت اہم مضمون آیا ہے اور وہ ہے توبہ کا مضمون جو آگے آرہا ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ﴾ ''اور وہ لوگ جو نہیں پکارتے اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو''

﴿وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ﴾ ''اور نہ ہی قتل کرتے ہیں کسی جان کو جس کو اللہ نے محترم ٹھہرایا ہے مگر حق کے ساتھ' اور نہ ہی کبھی وہ زنا کرتے ہیں''

﴿وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿٦٨﴾﴾ ''اور جو کوئی بھی یہ کام کرے گا وہ اس کی سزا کو حاصل کر کے رہے گا۔''

﴿يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿٦٩﴾﴾ ''قیامت کے دن اُس کا عذاب دوگنا کر دیا جائے گا اور وہ اس میں رہے گا ہمیشہ ذلیل ہو کر۔''

یہاں ایک تو بڑے بڑے گناہوں کا ذکر کر دیا گیا اور وہ ہیں شرک کرنا، ناحق کسی کو قتل کر دینا اور زنا۔ ان گناہوں کو اکبر الکبائر کہا گیا ہے۔ یعنی جو کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑے گناہ ہیں۔ ان کے مرتکب کے لیے اتنی ہی بڑی اور دردناک سزا بھی بتادی گئی لیکن ساتھ ہی یہ بھی بتادیا گیا کہ:

﴿اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا﴾ ''سوائے اُس کے جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیے''

﴿فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۚ﴾ ''تو ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتا ہے۔''

﴿وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٧٠﴾﴾ ''اور اللہ غفور ہے' رحیم ہے۔''

اللہ کے پسندیدہ بندے اول تو کوئی گناہ کرتے ہی نہیں یعنی جس قدر گہرا تعلق ان کا اللہ کے ساتھ رہتا ہے اس کے ہوتے ہوئے ان کی زندگیوں میں گناہ کبیرہ کا امکان ہی نہیں ہوتا لیکن پھر بھی انسان سے غلطی، کوتاہی ہوسکتی ہے، صاحب ایمان شخص سے بھی کسی وقت غلطی سے کسی گناہ کا ارتکاب ہوسکتا ہے کیونکہ انسان کے اندر ایک حیوانی وجود بھی ہے، جسے نفس کہا جاتا ہے اور وہ بھی ہر وقت انسان کو اُکساتا رہتا ہے۔

﴿اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ﴾ (یوسف:53) ''یقیناً (انسان کا) نفس تو برائی ہی کا حکم دیتا ہے۔''

اسی طریقے سے شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے اور وہ بھی انسان کو مختلف پٹیاں پڑھاتا رہتا ہے۔ آج تو ساری دنیا ہی شیطان کی ایجنٹ بنی ہوئی ہے۔ مغرب سے درآمد شدہ ماڈرن تہذیب شیطان کی فوج کا ہراول دستہ ہے جو انسانوں کو مسلسل ورغلا رہی ہے۔ لہٰذا غلطی کا امکان ہر وقت موجود رہتا ہے۔ اگر کسی وقت انسان سے کوئی غلطی ہو بھی جائے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اب وہ ہمیشہ کے لیے داغدار ہوگیا۔ نہیں بلکہ توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ لیکن توبہ کی شرائط بھی ہیں۔ گناہ کرنا ایک اعتبار سے اللہ سے بغاوت ہے کیونکہ گناہ میں بندہ وہ کام کرتا ہے جس سے اللہ نے منع کیا ہے۔ اگر اللہ کا حکم توڑنے کے بعد ہمیں یہ احساس ہو جائے کہ ہم نے غلطی کی ہے اور اس پر ہمیں ندامت اور پشیمانی کا سامنا ہو تو یہ توبہ کی اصل روح ہے۔ لہٰذا سچی توبہ کے بعد بندہ دوبارہ مومن ہو جائے گا کیونکہ اب پھر اس نے اللہ سے وفادار بندہ بننے کا عہد کرلیا۔

﴿وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿٧١﴾﴾ ''اور جس نے توبہ کی اور نیک اعمال کیے تو ایسا شخص توبہ کرتا ہے اللہ کی جناب میں جیسا کہ توبہ کرنے کا حق ہے۔''

توبہ اصل میں ایک طرح کی تجدید ایمان ہے جس کے بعد بندہ اگر پرہیز گاری اختیار کرے اور نیک عمل کرے تو یہ توبہ کا حق ہے۔ یعنی یہ نہیں کہ توبہ بھی کرتا رہے اور اسی توقع میں گناہ بھی کرتا رہے بلکہ پختہ عہد ہو کہ دوبارہ اس گناہ کے قریب بھی نہیں جائے گا۔ یہ عزم پختہ ہو تو بڑے سے بڑا گناہ اللہ معاف کردے گا۔ یہاں پر بھی

پریس ریلیز 18 اگست 2017ء

مذہبی برداشت کا درس دینے والا امریکہ عراق، لیبیا اور افغانستان میں لاکھوں انسانوں کو ناحق قتل کر چکا ہے

آئین کو ازسرنو دیکھنے کی ضرورت ہے تاکہ پاکستان میں قرآن وسنت کو حقیقی بالادستی حاصل ہو جائے

حافظ عاکف سعید

امریکہ دنیا بھر میں مذہبی آزادیوں پر سوال اٹھانے سے پہلے اپنے گریبان میں منہ ڈالے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ امریکہ پاکستان کو قادیانیوں کے بارے میں کوئی واعظ کہنے اور توہین رسالت کے قانون کو بدلنے کا حکم دینے کی بجائے اپنے گھر کو درست کرے، جہاں مساجد پر حملے ہو رہے ہیں اور ہر داڑھی والے مسلمان کو دہشت گرد تصور کرلیا جاتا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ مذہبی برداشت کا درس دینے والا امریکہ عراق، لیبیا اور افغانستان میں لاکھوں انسانوں کو ناحق قتل کر چکا ہے۔ امیر تنظیم نے کہا کہ آئین پاکستان سے 63،62 شقات کو نکالنے کی بجائے آئین کو ازسرنو دیکھنے کی ضرورت ہے کہ کس طرح ہم اسے مکمل اسلامی آئین بنا سکتے ہیں جو ایک اسلامی فلاحی ریاست کی تشکیل میں مدد دے سکے اور ریاست پاکستان میں قرآن وسنت کو حقیقی بالادستی حاصل ہو جائے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی)

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مظہر یہ ہے اور احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے اور قرآن مجید کے اور مقامات سے بھی پتا چلتا ہے کہ اگر اس کے باوجود پھر کسی وقت غلطی کر بیٹھے تو مایوس نہ ہو بلکہ دوبارہ اللہ سے معافی مانگے اور سچی توبہ کرے تو اللہ دوبارہ اسے معاف کر دے گا بشرطیکہ اس گناہ سے بچنے کا پختہ عزم ہو۔ چنانچہ توبہ کا دروازہ اللہ نے کھول رکھا ہے لیکن اس کے لیے ایک میکنزم ہے۔ اگر دل میں ندامت ہی نہ ہو اور نہ آئندہ کے لیے یہ عزم ہو کہ اس گناہ کو چھوڑنا ہے تو یہ حقیقتِ توبہ نہیں ہے بلکہ صرف شکلِ توبہ ہے۔ ہم اللہ کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔ اسے خوب معلوم ہے کہ ہمارے دل میں کیا ہے۔ چنانچہ توبہ اللہ کی بہت بڑی رحمت ہے۔ اگر توبہ کا در کھلا نہ ہوتا تو انسانیت بہت بڑی تباہی سے دوچار ہوتی۔ بنی اسرائیل کے ایک شخص کا واقعہ ہے کہ اس نے 99 قتل کیے تھے۔ پھر اسے احساس ہوا کہ میں نے غلط کیا ہے۔ وہ کسی مذہبی پیشوا کے پاس گیا اور اس سے پوچھا کہ بتاؤ! میرے لیے کوئی امکان ہے کہ اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول کرلے؟ اس نے کہا تو نے ننانوے قتل کیے لہٰذا توبہ کا امکان کیسا؟ اس نے اس کو بھی قتل کر دیا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد اسے احساس ہوا اور وہ پھر کسی دوسرے راہب کے پاس گیا تو اس نے کہا کہ ہاں تیری توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ البتہ تم جاؤ، فلاں بستی میں نیک لوگ رہتے ہیں، وہاں جا کر بقیہ زندگی گزارو۔ وہ روانہ ہوا اور راستے میں ہی تھا کہ اس کو موت آ گئی۔ عزم اس کا پختہ تھا کہ میں نے توبہ کرنی ہے اور وہاں جا کر اپنی اصلاح کرنی ہے۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی بخشش فرما دی۔ یہ توبہ کی فضیلت اور اہمیت ہے لیکن اس کے ساتھ کھیلنا، اللہ کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

اب آگے پھر عبادالرحمٰن کے کچھ اوصاف کا ذکر آ رہا ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ﴾ ''اور وہ لوگ جو جھوٹ پر موجود نہیں رہتے۔''

﴿وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۝﴾ ''اور جب وہ کسی لغو کام پر سے گزرتے ہیں تو باوقار انداز سے گزر جاتے ہیں۔''

یعنی وہ کسی ایسے معاملے میں نہیں پڑتے جس کی بنیاد جھوٹ پر ہو یا کسی کے خلاف بے بنیاد پروپیگنڈا مہم ہو بلکہ وہ ہر قسم کے غلط اور لغو کام سے دور رہتے ہیں۔ کھیل کود، تماشا ہو رہا ہو تو بڑے وقار سے وہاں سے گزر جاتے ہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ۝﴾ ''اور وہ لوگ کہ جب انہیں ان کے رب کی آیات کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ اس پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گر پڑتے۔''

یعنی جب ان کے سامنے قرآن کی آیات تلاوت کی جائیں تو وہ ان میں غور و فکر کرتے ہیں اور تدبر سے کام لیتے ہوتے آیات قرآنی سے نصیحت حاصل کرتے ہیں اور اس سے بھرپور فائدہ اُٹھاتے ہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ﴾ ''اور وہ لوگ کہ جو کہتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! ہمیں ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما''

﴿وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۝﴾ ''اور ہمیں متقیوں کا امام بنا!''

اس دعا کا اصل مفہوم یہ ہے کہ عبادالرحمٰن یعنی اللہ کے پسندیدہ بندے جو راستہ علیٰ وجہ البصیرۃ اپنے لیے اختیار کرتے ہیں، ان کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کی اولاد بھی اسی راستے پر چلے۔ ظاہر ہے جس سے محبت ہوگی تو انسان چاہے گا کہ اس کا مستقبل بھی اچھا ہو لہٰذا اسی لیے عبادالرحمٰن اپنی اولاد کے لیے یہ دعا کرتے ہیں۔ قیامت کے دن کے حوالے سے بہت سے احوال قرآن مجید اور احادیث میں آئے ہیں کہ وہاں پر لوگ ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے۔ رشتہ دار بھی سامنے ہوں گے، دوست بھی ہوں گے اور عام حالت تو یہ ہوگی کہ سب کو اپنی اپنی پڑی ہوگی اور جو مجرم اور گناہ گار ہوں گے انہیں پتا ہوگا کہ جو کچھ دنیا میں ہم نے کیا ہے اب اس کا انجام کیا ہونے والا ہے لہٰذا وہ چاہیں گے کہ ہمارے بیوی بچوں کو بھی ہمارے گناہوں کے فدیے کے طور پر قبول کر کے جہنم میں جھونک دیا جائے اور ہم کسی طرح بچ جائیں۔ لیکن جو صاحب ایمان ہیں اور خاص طور پر جو عبادالرحمٰن ہیں ان کی تو آج سے ہی یہ خواہش ہوگی کہ ہماری اولاد اور ہماری بیویاں جن سے ہم محبت کرتے، وہ بھی قیامت کے دن ہمارے ساتھ ہی کامیابی کے مراحل طے کر کے جنت میں جائیں اور یہ بھی خواہش ہوگی کہ جنت میں بھی اللہ تعالیٰ ہمیں اکٹھا رکھ دے۔ یہ خواہش فطری ہے اور یقینی طور پر ہوگی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ان کی یہ خواہش بھی پوری کر دے گا۔ اس لیے کہ عبادالرحمٰن اپنی اولاد کے لیے اتنی دردمندی سے دعا کرتے ہیں تو لازماً اپنی اولاد کی تربیت بھی قرآن و سنت کے مطابق کرتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید کے 27 ویں پارے میں یہ بشارت موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ جنت میں اہل ایمان اور ان کی نیک آل اولاد کو اکٹھا کر دے گا۔

﴿اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا﴾ ''یہ وہ لوگ ہیں جن کو ان کے صبر کی جزا میں بالاخانے ملیں گے''

﴿وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ۝﴾ ''اور ان میں ان کا استقبال کیا جائے گا دعاؤں اور سلام کے ساتھ۔''

عبادالرحمٰن کے سارے کردار پر اگر کوئی ایک لفظ منطبق کیا جائے تو وہ ہوگا صبر والی زندگی۔ اسی کے اندر عبادالرحمٰن کے سارے اوصاف آ جاتے ہیں۔ کیونکہ گناہوں سے بچنا بھی صبر ہے، دین پر استقامت اور دینی فرائض اور دینی ذمہ داریوں کو پورا کرنا بھی صبر ہے۔ دین کے راستے میں مشکلات، سختیوں اور تکالیف کو تحمل سے برداشت کرنا بھی صبر ہے۔ گویا ایک بندۂ مومن کی جو مومنانہ زندگی ہے اس کا جامع عنوان صبر ہے اور اس صبر کا پھل یہ ہے کہ:

﴿خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝﴾ ''وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ وہ بہت ہی عمدہ جگہ ہے مستقل قیام کے لیے بھی اور تھوڑی دیر ٹھہرنے کے لیے بھی۔''

یعنی وہ جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے جو ہر اعتبار سے اعلیٰ ترین مقام ہے۔

﴿قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَاۗؤُكُمْ ۚ﴾ ''(اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجیے کہ میرے رب کو تمہاری کوئی پروا نہیں اگر نہ ہوتا تمہیں پکارنا۔''

﴿فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ۝﴾ ''اب جبکہ تم نے جھٹلا دیا ہے تو عنقریب یہ (عذاب تمہیں) چمٹ کر رہے گا۔''

اس آخری آیت میں مشرکین کے لیے انتباہ ہے جبکہ اس سے قبل عبادالرحمٰن کے اوصاف بیان ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسی راستے پر گامزن فرمائے آمین!

☆☆☆

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر آرائیں فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 30 سال، تعلیم ایم اے عربی، قد "3.'5 خوب سیرت وخوب صورت، صوم وصلوٰۃ اور پردے کی پابند کے لیے اعلیٰ تعلیم یافتہ برسر روزگار، 35 سال تک کے لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0322-0000704
0306-0429439

سلسلہ وار 35 مطالعۂ کلامِ اقبال

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

نوحہ رُوحِ ابو جہل در حرمِ کعبہ (3)

10 مذہب او قاطعِ ملک و نسب — از قریش و منکر از فضلِ عرب!

اُس (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مذہب وطن اور نسل کی جڑیں کاٹتا ہے — خاندانِ قریش سے تعلق ہے اور عرب کی فضیلت کا منکر ہے

11 در نگاہِ او یکے بالا و پست — باغلامِ خویش بر یک خواں نشست

اُس (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نگاہ میں اعلیٰ اور ادنیٰ سب ایک ہیں — وہ اپنے غلام کے ساتھ ایک دسترخوان پر بیٹھتے ہیں

12 قدرِ احرارِ عرب نشناختہ — با کلفتانِ حبش در ساختہ

اس (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عرب کے آزاد منش (لبرل) لوگوں کی قدر نہیں پہچانی — سیاہ فام حبشیوں کے ساتھ موافقت کر لی

13 احمراں با اسوداں آمیختند — آبروے دُودمانے ریختند

اس نے گوروں کو کالوں کے ساتھ ملا دیا — خاندان کی عزت مٹی میں ملا دی

10۔ مزید براں ابوجہل کے نقطۂ نظر سے (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دعوت اور نظریات مذہب، وطن اور نسل کی جڑیں کاٹتے ہیں۔ دراصل اسلام مشرکانہ عقائد کے ساتھ مذہب کے نام سے اختیار کردہ طرزِ حیات کا سب سے زیادہ مخالف ہے کہ یہ نقطۂ نظر انسان کو اس کی وجدانی ضرورت تصورِ الٰہ اور اس آورش سے کامل محبت کے جذبے کو اِغواء کر کے اس کی جگہ خدائی کے دعوے دار فراعنہ، نمارِدہ اور یونان و روم و ایران و ہند کے سلاطین کا نقطۂ نظر دیتا ہے اور انسان کو بت پرستی سکھاتا ہے جبکہ انسان کا استحصال کر کے بادشاہ خود عظیم محلات میں دادِ عیش دیتے ہیں۔

اسی طرح اسلام وطن پرستی (NATIONALISM) کے بھی از حد خلاف ہے کہ یہ نظریہ وحدتِ آدم اور وحدتِ انسانیت کے علاوہ دنیا میں وحدتِ افکار کا دشمن اور جنگوں کو بھڑکانے والا ہے جس سے دنیا کے ایک ساہوکار استحصالی طبقہ کی اسلحہ کی صنعت ترقی کرتی ہے اور منافع کماتی ہے۔ اسی طرح نسلی تفاخر اور RACIAL DISCRIMINATION بھی اسلام کی تعلیمات کے خلاف ہے اور اسلام جن اصولوں کو فروغ دے کر انسانیت کو وحدت میں پرونا چاہتا ہے اور افکار کی بھی وحدت لانا چاہتا ہے مشرکانہ مذاہب وطن پرستی اور نسل پرستی (یعنی کالے گورے کی بنیاد پر باہمی نفرتیں اور جنگیں) اس کے دشمن ہیں۔

11۔ ابوجہل کے نزدیک قابلِ فخر بات یہ ہے کہ آقا و غلام میں فرق کیا جائے اور بحیثیت انسان ایک کو اعلیٰ اور ایک کو کمتر اور ذلیل سمجھا جائے۔ آج کا مغرب بھی مساواتِ انسانی کا دعوے دار ہی نہیں 'چیمپیئن' ہونے کا دعوے دار ہے مگر ان کے اصولِ مساوات چمڑی کی رنگت (گورے اور کالے) کو ایک سمجھنے اور ایک جیسا TREAT کرنے کے خلاف ہیں۔ خود امریکہ، فرانس اور برطانیہ میں نسلی بنیاد پر لڑائیاں اور جھگڑے ہیں۔ جبکہ اسلام کالے اور گورے کی تمیز کو ختم کرنے کا دعویٰ ہی نہیں کرتا بلکہ اس نے اپنے ہاں اس کو ختم کر رکھا ہے اور اس کی تعلیمات میں اس امتیاز کی کوئی بنیاد نہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ حجۃ الوداع اس کا بین ثبوت ہے اور بعد کا مسلم اقتدار کا دورِ عروج اس دعویٰ کی کامل دلیل ہے۔

12۔ آج کے مغربی دانشور اور ان کے زیر اثر، ان کے پروردہ اور وظیفہ خوار اہلِ علم اور اہلِ قلم مسلمان ممالک بالخصوص پاکستان میں جو اودھم مچائے ہوئے ہیں وہ مملکت خداداد پاکستان کی پاک سرزمین پر ابوجہل کے حرم پاک کے اندر اپنے نوحے کی فوٹو کاپی ہیں۔ ابوجہل کی صدیوں پرانی شخصیت سہی مگر آج کے سائنسی اور ترقی یافتہ دور کے دانشور بھی اسی ابوجہل کے ہم نوا اور اسلام کی تعلیمات پر حملہ آور ہیں۔ ان کی نگاہ میں اسلام کا قصور یہ ہے کہ وہ معاشی طور پر اونچا آدمی اور معاشی طور پر کمزور انسان یعنی اشرافیہ اور دستکاروں اور مزدوروں کو برابر کر دیتا ہے اور اس پر انہیں افسوس ہے۔ اور اشرافیہ کا بندہ اور اس کا غلام ایک دسترخوان پر کھانا کھائے اسلام کا یہ اصول علامہ اقبال کے نزدیک آج کے دانشوروں کے حلق سے بھی نہیں اترتا۔ وجہ خدا بہتر جانتا ہے۔

اسلام کی تعلیمات نسل پرستی کے خلاف ہیں اور ابوجہل اس بات کا نوحہ کر رہا ہے کہ اسلام نے 'عرب' کے نامور افراد کی قدر نہیں پہچانی اور حبش کے سیاہ فام اور عرب کے سفید گوری رنگت والوں کو برابر کر دیا ہے۔

13۔ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے گوروں اور کالوں کو باہم ملا کر برابر کر دیا ہے اور ان کو ایک ہی جد امجد حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد قرار دے کر بھائی بھائی بنا دیا ہے۔ اور اسلام مخالف طبقات (چاہے ابوجہل یا آج کے مغرب زدہ دانشور) اس پر بھی حیران ہیں کہ اسلام نے انسانوں میں اعلیٰ ذاتوں کی تفریق کیوں ختم کر دی ہے۔ اگرچہ آج کا مغرب مساواتِ انسانی (حتیٰ کہ مرد و زن کی مساوات) کا قائل ہے مگر ہندوستان میں ذات پات کی تمیز 'برہمن' ذات کا خدائی منصب پر ہونا اور شودر اور دلت کا جانوروں سے بھی بدتر ہونا فکری تضاد ہے۔ پھر یہی بھارت مغرب کا دوست اور دیوتا ہے کہ وہ اسلام کا مخالف اور مسلمانوں کا دشمن ہے۔ خود اہل مغرب میں برطانوی حکمرانوں اور بادشاہوں کے لیے ایک شاہی نسل (ROYAL BLOOD LINE) کا قائل ہے جو مساوات انسانی کے خلاف ہے۔ برطانوی شہزادی ڈیانا کا قتل اسی سوچ کا شاخسانہ تھا اور مغربی افکار کے پیچھے یہودی ذہن آج بھی اپنی نسلی برتری کا قائل ہے اور بنی اسرائیل کے علاوہ خود یہودی مذہب والوں کو بھی برابر قرار نہیں دیتا۔

آئین کی دفعات 62، 63 کا براہ راست تعلق نظریہ پاکستان سے ہے۔ ان کا زد میں آنے کا مطلب نظریہ پاکستان کا زد میں آنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نواز شریف کے ان دفعات کے خلاف بولتے ہی وزیراعظم آزاد کشمیر کا بھی ملکی سلامتی کے خلاف بیان سامنے آگیا: ایوب بیگ مرزا

اگر ہمیں اس مقصد کی طرف بڑھنا ہے جس کے لیے ہم نے پاکستان حاصل کیا تھا تو پھر آئین کی دفعات 62 اور 63 کو لازمی حیثیت دینی ہوگی اور ان پر عمل درآمد کو بھی یقینی بنانا ہوگا۔ تبھی اس ملک میں ایسی اسمبلی وجود میں آئے گی جو بہتر قانون سازی کر سکے گی: ڈاکٹر غلام مرتضیٰ

آئین کی دفعات 62 اور 63 کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: پاکستان کے آئین کے آرٹیکل 62، 63 کی طرح دنیا بھر میں عوامی نمائندوں کے چناؤ کے لیے بھی کوئی ایسی ہی چھلنی موجود ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: جمہوری طرز حکومت جہاں بھی رائج ہے وہاں کچھ شرائط ایسی ہیں جن پر پورا اُترے بغیر آپ اپنے آپ کو عوامی نمائندگی کے لیے پیش نہیں کر سکتے۔ کوئی غیر امریکی صرف گرین کارڈ پر الیکشن نہیں لڑ سکتا۔ بلکہ وہاں کے قوانین کے مطابق اگر کسی کو ٹریفک کے قوانین کی خلاف ورزی پر چالان ٹکٹ مل جائے تو وہ ساری زندگی الیکشن نہیں لڑ سکتا۔ پاکستان کے آئین کے آرٹیکلز 62، 63 میں یہ لکھا ہوا ہے کہ اگر کوئی سزا یافتہ ہے اور اس نے سزا بھگت لی ہے تو دوبارہ الیکشن لڑ سکتا ہے جبکہ امریکہ کے قانون میں ایسا نہیں ہے۔ بلکہ اگر کسی پر ٹیکس جمع کراتے ہوئے غلط بیانی ثابت ہو جائے تو وہ تاحیات نااہل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح برطانیہ کا دستور تحریری حالت میں موجود نہیں ہے لیکن وہاں بھی عوامی نمائندگی کے لیے کچھ norms اور معیارات قائم ہیں۔ بلکہ بعض ایسی اخلاقی برائیاں جنہیں برطانوی معاشرے میں برا تصور نہیں کیا جاتا لیکن عوامی نمائندگی کے لیے ان سے بھی پاک ہونا ضروری ہے۔

سوال: کیا اسلامی ممالک میں 62 اور 63 کی طرح کا معیار موجود ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: بہت سے اسلامی ممالک میں بادشاہی نظام قائم ہے جہاں حکومت ایک ہی خاندان کے پاس رہتی ہے۔ البتہ جن اسلامی ممالک میں جمہوریت ہے وہاں نمائندگان کے لیے کچھ نہ کچھ معیار ضرور قائم ہے۔ ہمارے آئین کی دفعہ 62 کے مطابق نمائندگی کے لیے پاکستان کا شہری ہونا ضروری ہے لیکن یہاں ایسا بھی ہوا ہے کہ اگر کوئی پاکستانی شہری نہیں بھی تھا تو ایمرجنسی میں اس کا پاکستانی شناختی کارڈ بنوا کر بڑا عہدہ دے دیا گیا۔ حالانکہ ہر اسلامی ملک میں حکومتی عہدوں کے لیے کچھ نہ کچھ معیارات موجود ہیں۔ یہ نہیں کہ کوئی غیر ملکی ہو، ڈاکو ہو، چور ہو اور وہ اسمبلی کا ممبر بن جائے۔ جو اسمبلی کا ممبر بن سکتا ہے وہ وزیراعظم بھی بن سکتا ہے۔ جو سینٹ کا ممبر بن سکتا ہے وہ صدر بھی بن سکتا ہے۔ لہٰذا آئین میں کوئی نہ کوئی چھلنی ضرور لگائی جانی چاہیے۔ کسی بھی ملک میں ایسا ہرگز نہیں ہے کہ کوئی عوامی نمائندگی کے لیے کھڑا ہو اور اس سے سوال نہ کیا جائے۔

مرتب: محمد رفیق چودھری

سوال: جب سے پانامہ کیس کا فیصلہ آیا ہے آئین کی دفعات 62، 63 سیاسی جماعتوں میں زیر بحث ہیں، خاص طور پر سیکولر طبقہ تو ہاتھ دھو کر ان دفعات کے پیچھے پڑ گیا ہے، اس کے پیچھے ان کے کیا مقاصد ہو سکتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: سیاسی جماعتوں میں اس وقت ن لیگ سرفہرست ہے جو آرٹیکلز 62، 63 کی مخالفت کر رہی ہے۔ حالانکہ ن لیگ کا شروع میں امیج یہ تھا کہ وہ دائیں بازو کی جماعت ہے اور اسلام پسند جماعت ہے اور دوسرا سیکولر طبقہ ہے جو ان دفعات کی مخالفت کر رہا ہے۔ بدقسمتی سے پاکستانی معاشرہ ایک بنیاد پر تقسیم ہو چکا ہے۔ لوگوں کی اکثریت ایسی ہے جو سمجھتی ہے کہ پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے جو ایک نظریاتی اسلامی ریاست کے طور پر وجود میں آئی تھی اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ پاکستان کبھی بھی نظریاتی ریاست نہیں تھی، بلکہ یہ ایک مسلمانوں کا ملک ہے جو اس لیے وجود میں آیا تھا کہ ہندو اپنی معاشی برتری کی وجہ سے انہیں دبا رہا تھا۔ یہ تقسیم شروع سے نہیں ہے بلکہ تقریباً 1970ء کے بعد شروع ہوئی ہے اور اب اپنے عروج پر پہنچ چکی ہے۔ حالانکہ قائداعظم کی قیام پاکستان سے پہلے کی 101 تقاریر ایسی ہیں جن کو سامنے رکھ کر ہر آدمی دیانتداری سے یہ نتیجہ اخذ کر سکتا ہے کہ قائداعظم پاکستان کو ایک اسلامی ریاست بنانا چاہتے تھے۔ پھر قیام پاکستان کے بعد قائداعظم 13 ماہ زندہ رہے اور اس عرصے میں قائداعظم نے 14 تقاریر ایسی کیں جن سے یہ آسانی سے اخذ کیا جا سکتا ہے کہ وہ پاکستان کو ایک اسلامی ریاست بنانا چاہتے تھے۔ میں ساری تقاریر کا حوالہ نہیں دوں گا۔ بلکہ ایک سوال کا حوالہ دوں کہ ایک مرتبہ ان سے پوچھا گیا کہ پاکستان کا آئین کیا ہوگا؟ انہوں نے کہا کہ پاکستان کا آئین تو آج سے تیرہ سو سال پہلے بن گیا تھا۔ یعنی قرآن پاک پاکستان کا آئین ہے۔ یہ تمام باتیں بالکل واضح ہیں اور ہمارے سیکولر طبقے کے موقف کی بالکل نفی کرتی ہیں۔ اسی کو بنیاد بنا کر اس وقت ایک کشمکش چل رہی ہے۔ آرٹیکلز 62، 63 میں صادق اور امین کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اس وقت تقریباً 24 ممبران اسمبلی کے خلاف سپریم کورٹ یہ فیصلہ دے چکا ہے کہ وہ صادق اور امین نہیں رہے لہٰذا ان کی اسمبلی ممبر شپ ختم کی جا سکتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے سیکولر طبقہ کو اصل تکلیف ان آرٹیکلز کے حوالے سے اسلامی اصلاح صادق اور امین کے استعمال سے ہے۔ ان دفعات کو جنرل ضیاء الحق نے آئین کا حصہ بنایا تھا۔ جنرل ضیاء الحق کا امیج تھوڑا سا اسلامی تھا اور ان کے ساتھ نواز شریف کا امیج بھی اسلامی تھا۔ سیکولر طبقہ کو ایک تو ضیاء الحق سے دشمنی ہے اور دوسرا صادق اور امین کے الفاظ سے دشمنی ہے۔ حالانکہ وہ چاہتے ہیں کہ اسمبلی میں دیانتدار اور امانتدار لوگ آئیں لیکن اس کے باوجود نہیں صادق اور امین کی اصطلاح قبول نہیں کیونکہ یہ مذہبی اصطلاح ہے۔ اصل میں اسلام دشمن نائن الیون سے پہلے صرف سیاسی اسلام کے خلاف تھے، مذہبی اسلام یعنی نماز، روزہ

وغیرہ کے خلاف نہیں تھے لیکن نائن الیون کے بعد یہ اور آگے بڑھے اور نماز ، روزہ کے بھی خلاف ہو گئے ۔ لہٰذا انہیں اسلامی اصطلاحات سے بھی دشمنی ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ اسلامی اصطلاحات کو بھی صفحۂ ہستی سے مٹا دو تا کہ کوئی ایسی چیز نظر نہ آئے جس سے لوگ اسلام کی طرف بڑھ سکیں ۔ لبرل ازم کا مطلب ہے مادر پدر آزادی ۔ یعنی یہ چاہتے ہیں کہ ایک مادر پدر آزاد پارلیمنٹ وجود میں آئے اور پورا معاشرہ مادر پدر آزاد بن جائے اور لوگ اسلام سے جتنے دور ہونا چاہیں ہو جائیں ۔ ان کے نزدیک برائی وہی ہے جس کو مغرب میں برائی مانا جاتا ہے ۔ شراب اور زنا کو مغرب میں برائی نہیں مانا جاتا لہٰذا وہ بھی ان چیزوں کو برا نہیں مانتے ۔ جبکہ اسلام کے نزدیک یہ بہت بڑی برائیاں ہیں بلکہ حرام مطلق ہیں ۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ : حالانکہ مغربی معاشرے میں شادی کے علاوہ تعلقات رکھنا عام ہے لیکن اس کے باوجود وہ لوگ عوامی نمائندوں کے لیے یہ برداشت نہیں کرتے ۔ جھوٹ ، بددیانتی ، امانت میں خیانت کو عام سیکولر معاشرے میں بھی برائیاں سمجھا جاتا ہے ، چاہے لبرل معاشرہ ہی کیوں نہ ہو؟ اس کی بھی کچھ حدود ضرور ہوتی ہیں ۔ آپ دیکھیں کہ کلنٹن کو جھوٹ بولنے پر معافی مانگنی پڑی ۔ چنانچہ آرٹیکلز 62،63 میں بھی یہی لکھا ہوا ہے کہ عوامی نمائندگی کا حق اُسی کو ملنا چاہیے جو جھوٹا نہ ہو ، خائن نہ ہو ، نماز روزے کا پابند ہو کیونکہ قرآن مجید میں اللہ کا حکم ہے : ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ﴾ (النساء:58) ’’اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو۔‘‘

ایوب بیگ مرزا : چوری ، جھوٹ اور بددیانتی وغیرہ اسلام کے نزدیک برائیاں ہیں اور گلوبل سطح پر بھی انہیں برائیاں ہی سمجھا جاتا ہے لیکن شراب اور زنا گلوبل کلچر میں برائیاں نہیں ہیں جبکہ اسلام کے نزدیک یہ بھی بہت بڑی برائیاں ہیں لہٰذا ایک اسلامی نظریاتی ملک میں ان کا مرتکب بھی صادق اور امین نہیں رہے گا ۔ یورپ میں تو پارلیمنٹ مرد سے مرد کی شادی کا قانون بھی پاس کر دیتی ہے ۔ ہمارا سیکولر طبقہ بھی یہ چاہتا ہے کہ جیسے مغرب میں قوانین بنتے ہیں ایسے ہی یہاں بھی بنیں جبکہ ایک نظریاتی ملک میں یہ ممکن نہیں ہے ۔

سوال : یہاں بھی تو شریعت کے خلاف قوانین بنتے ہیں ۔ جیسے حقوق نسواں بل ہے ۔ کیا وہ شریعت پر پورا اترتا ہے؟

ایوب بیگ مرزا : ایک چیز آئین ہے اور ایک پینل کوڈ ہے ۔ حقوق نسواں بل پینل کوڈ کا معاملہ ہے ، آئین کا معاملہ نہیں ہے لیکن اس کے باوجود ہم اس کی مذمت کریں گے ۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ : پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے ۔ اس کے آئین میں لکھا ہوا ہے کہ یہاں قانون سازی قرآن وسنت کے خلاف نہیں ہوگی ۔ لیکن اس کے باوجود یہاں قانون سازی قرآن وسنت کے خلاف ہو رہی ہے ۔ اصل میں یہاں آئین پر عمل نہیں ہو رہا اور ہمارا طرزِ عمل منافقانہ ہے ۔ الصادق اور الامین محمد رسول اللہ ﷺ کے دو خطابات ہیں اور نبی اکرم ﷺ ہر مسلمان کے لیے اُسوۂ حسنہ ہیں ۔ اس پر ہر مسلمان کا ایمان ہونا چاہیے ۔ جبکہ ہمارے سیکولر طبقہ کو یہی دو الفاظ چبھ رہے ہیں ۔ اگر ان کی جگہ سچا اور امانت دار کے الفاظ ہوتے تو شاید وہ مان جاتے ۔

سوال : کسی اسلامی نظریاتی ملک میں ووٹ کے علاوہ کوئی معیار بنانا کیوں ضروری ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ : کسی بھی معاشرے میں عوامی نمائندگی کے لیے معیار کا ہونا لازم ہے ۔ خواہ معاشرہ کتنا ہی برا کیوں نہ ہو لیکن کبھی نہیں چاہے گا کہ ایک چور ، ڈاکو اور زانی

> الیکشن کمیشن میں آرٹیکلز 62،63 پر عمل درآمد اس لیے بھی نہیں ہوتا کہ کوئی اُمیدوار کسی دوسرے اُمیدوار کی نامزدگی پر اعتراض نہیں کرتا کیونکہ وہ خود ان دفعات کے مطابق اہل نہیں ہوتا ۔

شخص کو نمائندگی کا حق دے دیا جائے ۔ جبکہ اسلامی معاشرے کے معیارات تو بہت بلند ہونے چاہییں ۔ لہٰذا ہمارے آئین میں 62،63 کی دفعات اسی لیے شامل کی گئی ہیں ۔

سوال : یہ باتیں اصولی طور پر ٹھیک ہیں لیکن عملاً کیا ہو رہا ہے؟

ایوب بیگ مرزا : اس میں کوئی شک نہیں کہ یہاں آئین پر عمل نہیں ہو رہا ۔ اگر عمل ہو جائے تو بہت سے لوگوں کی سیٹیں خالی ہو جائیں گی ۔ البتہ عمل ہو یا نہ ہو ہمیں معیار وہی رکھنا چاہیے ۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ : ہمارے الیکشن کمیشن کے قوانین میں یہ سہولت موجود ہے کہ جب کوئی آدمی الیکشن لڑنے کے لیے اپنے کاغذات جمع کراتا ہے تو کچھ دنوں کے اندر اندر کوئی بھی شخص جا کر اس کے خلاف آواز اُٹھا سکتا ہے ۔

ایوب بیگ مرزا : اصل میں آرٹیکلز 62،63 کو بدنام کرنے میں ہمارے الیکشن کمیشن کی حماقتیں بھی شامل ہیں جس کا زور یہ دیکھنے کی بجائے کہ اُمیدوار جھوٹا اور کرپٹ تو نہیں ہے ، آیتیں اور دعائیں سننے پر رہتا ہے حالانکہ ان شقوں میں کہاں لکھا ہوا ہے کہ عوامی نمائندے کو آیت الکرسی یاد ہونی چاہیے ، یا دعائے قنوت یاد ہونی چاہیے یا فلاں آیت یاد ہونی چاہیے؟

سوال : مگر یہ تو ضرور لکھا ہوا ہے کہ عملی مسلمان ہو اور کسی گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ ہو؟

ایوب بیگ مرزا : عملی مسلمان کو نماز پڑھنی چاہیے ، آیت الکرسی نماز کا لازمی حصہ تو نہیں ہے نا ۔ اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ آرٹیکلز 62،63 میں کسی ترمیم کی ضرورت ہے تو میں اس ترمیم کی تجویز ضرور دوں گا کہ ایک نظریاتی اسلامی ریاست میں ایک اُمیدوار کو کم از کم ارکانِ اسلام کا پابند ہونا چاہیے ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ الیکشن کمیشن کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اُمیدوار بددیانت ہے یا نہیں ہے وہ کوئی ثبوت سامنے آنے پر ہی فیصلہ کر سکتا ہے ۔ اسی طرح اگر کسی اُمیدوار کے خلاف ثبوت سامنے آ جائے یا وہ اعتراف کر لے کہ وہ نماز پڑھنے کا عادی نہیں ہے تو اسے مسلمانوں کی ریاست میں نمائندگی کا کوئی حق نہیں ہونا چاہیے ۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ : الیکشن کمیشن میں 62،63 پر عمل درآمد اس لیے بھی نہیں ہوتا کہ کوئی اُمیدوار کسی دوسرے اُمیدوار کی نامزدگی پر اعتراض نہیں کرتا کیونکہ وہ خود ان دفعات کے مطابق اہل نہیں ہوتا ۔ یہ ہمارے ہاں منافقت پر مبنی ایک رویہ ہے ۔ لہٰذا اگر کسی ترمیم کی ضرورت ہے تو صادق اور امین کے حوالے سے ترمیم کی بجائے یہ ترمیم ہونی چاہیے کہ ہر اُمیدوار ایک حلف نامہ جمع کروائے کہ وہ اسلامی شعائر کا پابند ہے ۔

ایوب بیگ مرزا : ایک آدمی کہتا ہے کہ میں نماز پڑھتا ہوں تو تسلیم کر لینا چاہیے اور اگر کوئی کہے کہ میں نہیں پڑھتا تو اس پر الیکشن کمیشن کو ایکشن لینا چاہیے ۔

سوال : کیا آپ آئین کی شقوں 62 اور 63 کو نظریۂ پاکستان کا تسلسل کہیں گے؟

ایوب بیگ مرزا : یقیناً! کیونکہ پاکستان بنا ہی اس لیے ہے ۔ اس کا نام پاکستان رکھا ہی اسی لیے گیا ہے ۔ شروع میں اس نام پر ہندوستان نے بڑا اعتراض کیا تھا کہ کیا یہی لوگ دنیا میں پاک ہیں باقی سب دنیا ناپاک ہے؟ اگرچہ اس نام کا ایک جواز تو یہ پیش کیا جاتا ہے کہ لفظ پاکستان کے حروف پنجاب ، سرحد ، کشمیر ، سندھ اور بلوچستان کی نمائندگی کرتے ہیں لیکن حقیقت میں پاکستان کا اصل مفہوم یہی لیا گیا تھا کہ یہاں مسلمانوں کی عادات سے لے کر ان کی عبادات اور ان کی رسومات تک ہر چیز اللہ کی پاک شریعت کے مطابق ہوگی ۔ لہٰذا پاکستان میں نمائندگی کے لیے آئین میں 62،63 جیسی دفعات بہت ضروری ہیں ۔

سوال : 62،63 کے مطابق ایک شخص کو دیانتدار اور پارسا ہونا چاہیے ۔ لیکن اس کا فیصلہ کون کرے گا؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ : بنیادی طور پر تو Face

value کے مطابق ہی فیصلہ ہوتا ہے۔ حالانکہ اگر کسی کے خلاف اعتراض آئے کہ وہ پارسا نہیں ہے، اسلامی شعائر کا پابند نہیں ہے تو الزام لگانے والا پہلے الیکشن کمیشن میں یہ ثابت کرے۔ وہاں اگر اس کے خلاف فیصلہ آ گیا تو پھر وہ ہائی کورٹ میں اپیل کرے۔ پھر ظاہر اس کا فیصلہ عدالت ہی کرے گی۔

ایوب بیگ مرزا: کسی بھی جمہوری حکومت کے بنیادی طور پر تین ستون ہوتے ہیں۔ مقننہ، عدلیہ اور انتظامیہ۔ مقننہ قانون بناتی ہے۔ انتظامیہ ان قوانین پر عمل درآمد کراتی ہے اور عدلیہ ان قوانین کی تشریح کرتی ہے۔ لہٰذا جب کسی شخص پر یہ الزام آتا ہے کہ وہ پارسا نہیں ہے، بددیانت اور فاسق و فاجر ہے تو ہمارے آئین اور دنیا کے دستور کے مطابق سپریم کورٹ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ فیصلہ کرے کہ وہ شخص دیانتدار اور پارسا ہے یا نہیں۔

سوال: آپ کے بقول یہ شقیں جنرل ضیاء الحق نے آئین میں شامل کی تھیں۔ ایک ڈکٹیٹر کی لائی ہوئی ان شقوں پر اتنا اعتراض کیوں ہے؟

ایوب بیگ مرزا: یہ بات بالکل درست ہے کہ جنرل ضیاء الحق نے 63,62 کا اضافہ اپنے اس اختیار کے تحت کیا تھا جو اسے سپریم کورٹ نے دیا تھا کہ آپ آئین میں تبدیلی کر سکتے ہیں۔ انھوں نے اس کا فائدہ اُٹھایا اور 62، 63 کو آئین میں شامل کر دیا۔ یہ آئین کی ترمیم نمبر 8 کہلاتی ہے اور آئین ترمیم کی آڑ میں انھوں نے بہت سی ترمیمیں کی تھیں لیکن انھوں نے اسے آٹھویں ترمیم کا نام ہی دیا تھا۔

سوال: ان شقوں کو لانے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

ایوب بیگ مرزا: اس وقت ضیاء الحق کی حریف جماعت پیپلز پارٹی تھی اور پیپلز پارٹی کے لوگوں کے بارے میں یہ تاثر تھا کہ یہ ذرا لبرل قسم کے لوگ ہیں۔ پھر جب جنرل ضیاء الحق نے نواز شریف کو پیپلز پارٹی کے خلاف کھڑا کیا تو اس سے پھر ایک شریف پارٹی بنی اور دوسری کو بدمعاش پارٹی قرار دیا گیا۔ اصل میں نیت یہ تھی کہ 63,62 کے ذریعے پیپلز پارٹی کے لوگوں کو باہر رکھا جائے اور اس کوشش میں ضیاء الحق اور نواز شریف دونوں شامل تھے۔ ہم یہ مان لیتے ہیں کہ آٹھویں ترمیم ایک ڈکٹیٹر نے کی لیکن گزشتہ دور میں پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ کے درمیان میثاق جمہوریت کے تحت بڑی مفاہمت کی سیاست چل رہی تھی۔ اس دور میں اٹھارہویں ترمیم کی گئی جس میں بہت سی چیزیں بدل دی گئیں۔ کیونکہ اس وقت ان دونوں پارٹیوں کو پارلیمنٹ میں مشترکہ طور پر دو تہائی اکثریت حاصل تھی۔ اس وقت پیپلز پارٹی نے 62، 63 کو آئین سے نکالنے کی کوشش کی تھی لیکن مسلم لیگ نے مخالفت کر دی تھی اور 62، 63 کو باقاعدہ اصرار کے ساتھ موجود رکھا اور پھر دونوں پارٹیوں نے اسمبلی میں اس کی توثیق کی۔ لہٰذا ان کا یہ کہنا کہ یہ ایک ڈکٹیٹر نے شامل کی تھیں ایک سفید جھوٹ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اُس وقت نواز شریف انھیں پیپلز پارٹی ہی کے خلاف استعمال کرنا چاہتے تھے لیکن اب خود ان پر ہی اس کی ضرب پڑ گئی۔ یہ اللہ کے کام ہیں۔ اللہ ہی جانتا ہوتا ہے کہ کوئی آدمی کیا کام کر رہا ہے؟ کون سا گڑھا کھود رہا ہے؟ اسے نہیں پتا ہوتا کہ وہ اس میں خود ہی گر سکتا ہے۔ جو کام اللہ کی مشیت میں ہو وہ کسی نہ کسی راستے سے ہو کر رہتا ہے۔

سوال: اسلام کے سیاسی نظام میں ان دفعات کی کیا اہمیت ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: پاکستان اسلام کے نام پر وجود میں آیا، اس کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔ اس کا آئین اسلامی ہے۔ اس میں ایک شق ہے کہ یہاں کوئی قانون قرآن وسنت کے خلاف نہیں بن سکتا۔ لیکن ہم نے آئین کو کھلواڑ بنایا ہوا ہے۔ ہمارے آئین کی تشریحات میں منافقت موجود ہے۔ اس ملک کی بقاء کا دارومدار اسلام پر ہے۔ اگر یہاں پر اسلامی نظام نافذ نہیں ہوگا تو پھر وہ باتیں بالکل درست ثابت ہوں گی کہ انگریز نے محض ایک لکیر کھینچ کر دو ملکوں کو الگ کر دیا ہے۔ لہٰذا اگر ہمیں اس مقصد کی طرف بڑھنا ہے جس کے لیے ہم نے پاکستان حاصل کیا تھا تو پھر یہ دو دفعات آئین میں لازمی ہوں گی۔ اگر یہ نہیں ہوں گی تو ان کی جگہ ایسی ہی کچھ نہ کچھ دفعات رکھنی ہوں گی۔ آپ دو الفاظ کی آڑ لے کر انہیں نکالنا چاہتے ہیں تو اس سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ یہ شقیں موجود ہونی چاہییں بلکہ ان پر عمل بھی ہونا چاہیے۔ تبھی اس ملک میں ایسی اسمبلی وجود میں آسکتی ہے جو بہتر قانون سازی بھی کر سکے گی اور اس ملک میں ایک صالح معاشرہ بھی وجود میں آئے گا۔ ہمارا دین کہتا ہے کہ ہر مسلمان کو دین کا بنیادی علم ہونا چاہیے۔ کتنا علم؟ اس کی تشریح علماء نے کر دی کہ ایک مسلمان کو معاشرے میں جن چیزوں سے واسطہ پڑتا ہے یا جو اس کا پیشہ ہے اس کے متعلق اسلام کے قوانین کا علم اسے ہونا چاہیے۔ یعنی ایک ڈاکٹر کو ڈاکٹری کے حوالے سے، تاجر کو تجارت کے حوالے سے دین کی تعلیمات کا علم ہونا چاہیے۔ اسی طرح ایک آدمی قومی اسمبلی میں عوام کی نمائندگی کے لیے جا رہا ہے تو اس کو دین کا اتنا علم ضرور ہونا چاہیے تاکہ وہ قانون سازی اسلام کے مطابق کر سکے۔ اگر یہاں ڈکٹیٹروں نے آئین میں نظریہ ضرورت کے تحت تبدیلیاں کی ہیں تو ان کو اسلام کے مطابق بنانا چاہیے۔ اگر ایوب خان کے زمانے میں عائلی قوانین غیر اسلامی بنائے گئے ہیں تو ان جمہوری نمائندوں کو چاہیے کہ وہ قوانین کو اسلامی بنائیں اور جو چیزیں خلاف اسلام ہیں ان کو نکال باہر کریں۔

> اس ملک کا نام پاکستان رکھا ہی اسی لیے گیا ہے کہ یہاں اسلامی شریعت کے مطابق ایک پاک معاشرے کا قیام عمل میں لایا جائے گا اور اس کے لیے کم از کم 62، 63 پر عمل درآمد ضروری ہے۔

ایوب بیگ مرزا: آرٹیکلز 62، 63 کا ایک اسلامی نظریاتی ریاست سے کیا تعلق ہو سکتا ہے اس کو سمجھنے کے لیے تازہ مثال کافی ہے کہ نواز شریف کے نااہل ہونے پر وزیر اعظم آزاد کشمیر راجہ فاروق حیدر نے ان شقوں کے خلاف بولتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ پھر ہم سوچیں گے کہ کس ملک کے ساتھ الحاق کریں۔ یہ اس لیے ہوا کہ جب 62، 63 پر زد آئی تو گویا نظریہ پاکستان پر زد آئی۔ اس لحاظ سے اس نے درست کہا ہے کہ اگر اسلام ہمارا مشترکہ اثاثہ نہیں ہے تو پھر سندھ اور پنجاب کا کیا رشتہ ہے؟ آزاد کشمیر اور پاکستان کا کیا رشتہ ہے؟ صرف اسلام ہی ہمیں آپس میں جوڑتا ہے۔ جب تک ہم یہ نہیں سمجھیں گے کہ ہمیں یعنی تمام صوبوں کو جوڑنے والا اصل سیمنٹ اسلام ہے تو معاذ اللہ پاکستان کو مزید حصے بخرے ہونے سے ہم روک نہیں سکیں گے۔ لہٰذا اس سیمنٹ کو پختہ کیجیے۔ اگر مذہب کو مائنس کیا تو پھر سب کی اپنی اپنی ثقافت ہے، اپنی زبان، اپنی تاریخ ہے۔ لہٰذا اصل بات یہ ہے کہ ہم دین کی طرف لوٹیں۔ اس چیز کو تسلیم کریں کہ پاکستان نظریاتی ریاست تھی اور اس کی بنیاد ہی لا الٰہ الا اللہ پر تھی اور ہمارا آپس میں جو رشتہ ہو وہ لا الٰہ الا اللہ کی بنا پر ہو۔

☆☆☆

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

دعائے صحت کی اپیل

☆ اسلام آباد جنوبی کے رفیق جناب صابر شیخ کے چھوٹے بھائی محمد شاہد سخت علیل ہیں

اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَاشِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا

فی الحال صرف مادر پدر آزادی!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

سرسبز پرچموں کی بہار لہلہا رہی ہے، تاہم دنیا کا سب سے بڑا جھنڈا واہگہ پر لہرا کر بھی اس پرچم کے سائے تلے نہ ہم ایک ہیں نہ نیک ہیں۔ صرف فیک Fake (جعلی) ہیں! ایک ہڑبونگ، انتشار، افراتفری، کھینچا تانی کی دھواں دھار فضا ہے چہار جانب۔ ایسے ہر موقع پر جلتی پر تیل ڈالنے کینیڈا کی شہریت والے قادری صاحب بھی تشریف لا کر حسبِ توفیق شعلے بھڑکاتے ہیں۔ پاکستان سے محبت کے سبھی دعوے دار ہیں۔ 70 سالوں میں ہر آنے والے نے بانیانِ پاکستان کے خوابوں کو لوٹا ہے۔ جان و مال، عزت و آبرو تک کی قربانیاں سامنے لائیے، تخلیقِ پاکستان کے مقاصد پر نگاہ دوڑائیے۔ قائد و اقبال کی تقاریر اور عزائم دیکھیے۔ برصغیر کے مسلمانوں کی جداگانہ حیثیت، تشخص اور شناخت کے تحفظ کی خاطر ہجرت کے سفر ہوئے۔ نہ اقتدار کی میوزیکل چیئرز (کرسی، کرسی) کھیلنے، کھلانے کے لیے خون جگر دے کر یہ تقسیم کی لکیر کھینچی گئی۔ نہ مربعوں، رقبوں، ہاؤسنگ سکیموں، فارم ہاؤسز کے لیے گھر لٹا کر تہی داماں قافلے سرحد پار کر کے سربسجود ہوئے، نہ لینڈ کروزروں کے قافلوں، شان و شکوہ کے مظاہروں، لامنتہا دھرنوں، ریلیوں کے خواب آنکھوں میں بسا کر کٹتی ٹرینوں، ریڑھوں پر لدے، پیدل آبلہ پائی کرتے نئے وطن کی بنیاد رکھی تھی۔ نہ ہی خوش باش، عیش و طرب میں ڈوبی عائشہ گلالئی، عائشہ احد، ملالہ، ریحام خان اور سیمل جیسی لڑکیوں کی خاطر باپ بھائیوں نے اپنی بیٹیوں کی عصمت دری سے بچانے کو اپنے ہاتھوں گولیاں ماریں، کنوؤں میں پھینکا تھا۔

یہ 200 سالہ تحریک آزادی تھی جس کے نتیجے میں بالآخر بابائے قوم محمد علی جناح نے محنتوں کا ثمر سبز ہلالی پرچم آزاد فضاؤں میں لہرایا۔ ذرا اس منزل تک (انگریز، سکھ راج اور ہندو سازشوں کے شکنجے سے نکل کر) پہنچنے کے لیے دی گئی قربانیاں اور رجال کار ملاحظہ ہوں۔ 1757ء میں سراج الدولہ کے خون سے لکھی جانے والی داستان کا آغاز ہوا۔ اس راہ میں ٹیپو سلطان (1799ء) بخت خان (1859ء) شہدائے جنگ آزادی 1857ء، جہاد شاملی اور تھانہ بھون کا سنگ میل، حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے جلو میں شاندار قافلہ علمائے حق جہاد تا اسارت مالٹا، مولانا محمود الحسنؒ تک۔ دہلی میں درختوں سے لٹکی علماء کی خونچکاں لاشیں، 1831ء میں تحریک مجاہدین کے 300 مردان حق کی شہادت کے بعد مشہد بالاکوٹ میں بکھری لاشیں تاریخ کے دریچوں میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ تحریک مجاہدین کا پرچم مولانا ولایت علی، عنایت علی سے ہوتا ہوا مولانا عبدالرحیم، مولانا یحییٰ علی، مولوی محمد جعفر کو لیے جزائر انڈمان کی صعوبتوں میں جا اترا۔ آخرکار امیر المجاہدین مولوی فضل الٰہی 1943ء کے اوائل میں حرمین شریفین سے واپس لوٹے اور تحریک پاکستان کے لیے دینی حلقوں کی تائید حاصل کرنے اور مسلمانوں کو ہندوؤں کے مقابلے میں منظم کرنے میں تگ و دو کرتے رہے۔ قائداعظم سے ملاقاتیں رہیں اور پورا وزن تحریک پاکستان کے پلڑے میں ڈالا۔ اسی دوران تحریک خلافت بھی (1919ء) اٹھی تھی۔ دوسری جانب مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تائید کا مظہر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کا تحریک پاکستان میں حصہ تھا۔ طویل جدوجہد بے شمار قلم اور تلوار کے دھنی مسلمانانِ ہند نے خون پسینہ ایک کیا تو 70 سال قبل 27 رمضان المبارک بمطابق 14 اگست کو آزادی کی نوید ملی۔

اس بھاری بھرکم تحریک کے خونچکاں صفحات دیکھیے اور لوٹ آیئے آج کے پاکستان کے دعویداروں کی جانب۔ ذرا موازنہ کیجیے۔ از سرنو پاکستان کو ٹوٹی کمر کے علی الرغم مشرف بہ قیادت کرنے کے لیے بے تاب پرویز مشرف! چیئرمین پیپلز پارٹی بلاول میاں کے پس پردہ خطرات سے بچتے بچاتے آتے جاتے جیبیں سنبھالتے زرداری صاحب! عائشہ گلالئی اور ریحام خان کے حملوں میں گھرے عمران خان صاحب اور ان کے حوارین دیکھے جا سکتے ہیں۔ مسلم لیگ زبردست کنٹینر کے جلو میں ریلی کے ذریعے تحفظ پاکستان کا دعویٰ رکھتی ہے۔ ان جماعتوں کی صفِ اوّل کی قیادت، ان کا علمی پایہ، زبان و بیان، اخلاق و کردار، امانت و دیانت کا موازنہ قبل از پاکستان کے مذکورہ بے لوث کوہ گراں کرداروں سے کر دیکھیے! ابھی یہاں اقتدار کے دو اصل ستونوں کا تذکرہ باقی ہے۔ اس پر قلم کی سیاہی خشک ہونے کو آ جاتی ہے۔ کیونکہ اس میں کچھ پردہ نشینوں کے بھی نام آتے ہیں! جن سے پردہ نشین قلم کار کو احتراز ہی بھلا! لاپتگی اور توہین عدالت کے بھاری پتھر تو بڑے بڑے جغادری چھوڑ دیا کرتے ہیں۔ ہما شما کا کیا تذکرہ! سو یہ ہے آج کا پاکستان۔

تحریک پاکستان کے مذکورہ ان عظیم مجاہدوں کے ناموں کے ساتھ ساتھ ناموں کی ایک اور فہرست بھی تو ہے جو میر جعفر میر صادق سے شروع ہو کر انگریز کے نمک خواروں، بہی خواہوں اور ان کے مفادات کی خاطر جانیں لڑانے والوں کی چلتی آئی ہے، سو آج بھی ہے! پاکستان بننے کے بعد ہمارے مقدر میں تاریکیاں بھرنے کو غلام محمد جیسے گورنر جنرل اور سکندر مرزا جیسے صدور نے کیا کمی چھوڑی۔ مزید جنرل ایوب خان، یحییٰ تا مشرف، جسٹس منیر، پی سی او ججز تا حالیہ جے آئی ٹی! آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا۔ انگریز ہندو کی براہ راست غلامی سے نکل کر ہم ان کے پٹھوؤں کی غلامی میں آن پھنسے۔ اب یہ ریموٹ کنٹرول غلامی کا دور ہے۔ ریموٹ امریکہ برطانیہ کے ہاتھ میں ہے۔ چینل وہیں سے بدلے جاتے ہیں۔ مناظر ہم وہی دیکھتے ہیں جو یہ آقا دکھانا چاہیں۔ اکبر الٰہ آبادی نے کہا تھا:

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی!

یہ شعر گورے نے (بدنصیبی سے) پڑھ سمجھ لیا۔ عمل پیرا بھی ہو گیا۔ اسے کالج، میڈیا اور کھیل سب ہی کی سوجھ گئی۔ سو آج کے بچے گوروں کی طرح کتے پالتے اور ان کا نام ٹیپو رکھتے ہیں۔ سید احمد شہیدؒ علمائے حق، مساجد مدارس سے تو دہشت گردی کی بو آتی ہے۔ جزائر انڈمان کو انگریز نے ذی شان مسلم قیادت کی سزا کے لیے منتخب کیا تھا۔ آج اس کا قائم مقام گوانتاموبے، پرویز مشرف کے دم قدم سے صحابہؓ کی اولاد اپنے آقا امریکہ کے ہاتھ بیچ کر (بعوض 5 ہزار امریکی ڈالر فی کس) آباد ہوا۔ فرعون کو تعلیم، میڈیا اور کھیل کیا سوجھا۔ قحط الرجال کا دور دورہ ہو گیا۔ ہزاروں اونٹ اور سواری کے لائق ایک بھی نہیں۔

اس پاکستان کے مناظر تو بہت سے ہیں۔ ہوشربا! مگر یہ دیکھیے۔ نئی گاڑی متعارف کروانے کی ایک تصویر۔ تین مکمل بالباس، سرتاپا باحجاب مہذب مرد ہیں۔ ساتھ ایک چیتھڑوں میں ملبوس، لباس کے نام پر تہمت اٹھائے لڑکی کی تصویر ہے۔ ترقی یافتہ پاکستان! روشن خیال!

مرد بالباس وزن چیتھڑا بردوش! کیا زنانہ کس مپرسی ہے، بے چارگی ہے۔ بے یار و مدد گار کوئی پرسان حال نہیں کہ یہ پوچھے: بی بی، تم اچھی بھلی چمکتی دمکتی گاڑی اور تین مردوں کے ساتھ بے لباس سی یوں کیوں کھڑی ہو؟ سو یہ ان مناظر میں سے ہی ایک ہے جو ریموٹ ہاتھ میں لیے چینل بدلتے گورے ہمیں دکھا رہے ہیں اور سب ایک سحر (Spell) میں مبتلا مبہوت دیکھ رہے ہیں۔ کچھ نہیں کہتے۔ اس کی آواز بھی وہی کنٹرول کرتے ہیں۔ ایک طویل عرصہ الطاف حسین کی آواز سماعتیں شل کرتی کان کے پردے پھاڑتی تھی۔ لندن میں سٹوڈیو قائم تھا۔ سپانسر ڈائریکٹر سب وہیں کے تھے۔ نہ منی لانڈرنگ مسئلہ تھی نہ حقوق انسانی کے واویلا کاروں کے ہاں ٹارگٹ کلنگ سے لگتے کشتوں کے پشتے مسئلہ بنے۔ کلیجہ شق کر دینے والے مضحکہ خیز طویل دورانیے کے تقریری ہنگامے سارے چینلوں پر قبضہ جمائے رہتے۔ بڑے بڑے زور آور اینکر دم سادھے رہتے! جناب! کون سی آزادی، کہاں کی آزادی، بھلے پٹاخے پھاڑیے۔ آتش بازی پر ذاتی یا قومی خزانہ لٹائیے۔ لوڈشیڈنگ کے مارے ملک میں...... بہا چوٹی سے ایڑی تک پسینہ کیفیت میں شرابور چراغاں کیجیے۔ ون ویلنگ، سائلنسر پھاڑ موٹر سائیکلوں پر جشن آزادی کے نام پر ہنگامہ اٹھائیے۔ لہک لہک کر نوجوان لڑکے لڑکیاں مل جل کر گیت گائیں!

کوئی ایک بھی مسلمان ملک آزاد نہیں۔ پاکستان کا کیا تذکرہ۔ میانمر/ برما میں مسلم ممالک کے سفیروں سے پوچھ دیکھیے۔ چھوٹے سے پسماندہ بدھ انتہا پسند ملک برما میں مسلمانوں کی نسل کشی اور مساجد میں پناہ گزین بچیوں عورتوں کی آبرو ریزی کے ہولناک واقعات کے باوجود کیا وہ امت کے مسلمانوں کی نمائندگی جیتے جی کر رہے ہیں؟ (مردہ ہے، مانگ کے لایا ہے فرنگی سے نفس) ڈیڑھ ارب مسلمان، وسائل سے مالا مال مشرق وسطیٰ کے مسلم ممالک جن سے چین کے بے شمار اقتصادی و دیگر مفادات وابستہ ہیں۔ سنکیانگ کے مظلوم ترین مسلم اقلیت، ایغور مسلمانوں کا بنیادی انسانی حق دلوانے سے قاصر؟ سلام تک کرنے کی اجازت نہ ہو۔ روزے نماز پر پابندی۔ ڈاڑھی حجاب پر جیل۔ ہمالیہ سے اونچی، سمندر سے گہری دوستی والا پاکستان اپنے بھائیوں کو کشادگی آزادی دلانے کو دو حرف کہنے سے قاصر؟ آسام کے مسلمانوں کی ابتری۔ ہم خود آزاد ہوں تو آواز اٹھائیں۔ فی الحال ہم صرف مادر پدر آزاد ہیں!

☆☆☆

عید قرباں

عشرہ ذوالحجہ کی فضیلت

راؤ محمد سہیل

ذوالحجہ کا یہ پہلا عشرہ سارے سال پر حاوی ہے۔ یہ((افضلُ ایامِ الدنیا)) ہیں یعنی دنیا کے افضل ترین ایام ہیں۔ اس عشرہ کی فضیلت قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ دونوں سے ثابت ہے۔ قرآن مجید میں اللہ نے سورۃ الفجر کے بالکل آغاز میں اس عشرہ کا ذکر کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالْفَجْرِ o﴾ قسم ہے فجر کے وقت کی ﴿وَ لَيَالٍ عَشْرٍ o﴾ اور قسم ہے دس راتوں کی ﴿وَّ الشَّفْعِ وَ الْوَتْرِ o﴾ اور قسم ہے جفت کی اور قسم ہے طاق کی ﴿وَ الَّيْلِ اِذَا يَسْرِ o﴾ اور قسم ہے رات کی جب کہ وہ جارہی ہو ﴿هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ o﴾ کیا غور کرنے والوں کے لیے ان قسموں میں کچھ ہے۔ اکثر مفسرین کی رائے جن میں عبداللہ ابن عباس ؓ بھی شامل ہیں یہی ہے کہ ﴿وَ لَيَالٍ عَشْرٍ o﴾ سے مراد ذوالحجہ کے ابتدائی ......ایام ہیں۔ ابتدائی چار آیات میں قسمیں کھانے کے بعد پانچویں آیت میں اللہ نے فرمایا: ﴿هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ o﴾ کیا غور کرنے والوں کے لیے ان قسموں میں کچھ ہے۔ اس آیت میں اللہ ہمیں ان خصوصی اوقات سے متعلق غور و فکر کرنے کی دعوت دے رہے ہیں کہ اہل عقل جانتے ہیں کہ ان اوقات میں کیا ہے؟ پھر نبی اکرم ﷺ نے ہماری رہنمائی فرمائی کہ یہ ایام کتنے مبارک ہیں۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ کسی بھی دن کیا ہوا عمل (اس میں رمضان بھی آجاتا ہے) اللہ تعالیٰ کو ان دس دنوں سے زیادہ محبوب نہیں، صحابہؓ نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ((وَ لَا جِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ)) جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں، ہاں سوائے اس شخص کے جو اپنے جان اور مال کے ساتھ جہاد پر نکلے پھر کچھ بھی لے کر نہ آئے (مسند احمد)۔ (یعنی شہید بھی ہو جائے اور مال بھی سارا اللہ کی راہ میں لگ جائے)۔ اس عشرہ میں یوم عرفہ بھی ہے، ذوالحجہ کا دن، جس روز حجاج کرام میدان عرفات میں قیام کرتے ہیں اور اللہ سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں۔ اس روز اللہ تعالیٰ تعداد کے اعتبار سے سب سے کثیر تعداد میں گناہوں کو معاف فرماتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی دن ایسا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اتنی کثیر تعداد میں آگ سے نجات دیتا ہے جتنا کہ عرفہ کے دن اس روز اللہ اپنے بندوں کے بہت قریب ہوتا ہے اور اللہ فرشتوں کے سامنے حجاج کی وجہ سے فخر کرتا ہے اور فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ ذرا بتاؤ یہ لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہیں حالانکہ اللہ کو خوب معلوم ہے کہ بندے کیا چاہتے ہیں (صحیح مسلم)

اسی طرح ایک اور حدیث مبارک کا مفہوم ہے کہ اللہ اپنے بندوں کو گناہوں سے ایسے پاک کر دیتا ہے جیسے اس کی ماں نے انہیں آج جنم دیا ہو (بخاری)

اس لیے ہم میں سے ہر ایک اس کی تمنا دل میں رکھے کہ اللہ تعالیٰ اس عشرہ کا جو افضل ترین عمل ہے یعنی حج اسے کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس جگہ کی محبت جہاں یہ مبارک عمل واقع ہوتا ہے اور ان حضرات کے لیے بھی محبت اپنے دل میں رکھے جنہیں اللہ اس عمل کی توفیق عنایت فرماتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا غازی اللہ کے راستے میں لڑنے والا، حج کرنے والا، عمرہ کرنے والا اللہ کا وفد ہے۔ اللہ انہیں بلاتا ہے تو یہ اس کے لیے نکل پڑتے ہیں (ابن ماجہ)

یہ ضیوف الرحمان ہوتے ہیں، یعنی رحمان کے مہمان ہوتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں ان کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے کی تلقین بھی کی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے جس کا قربانی کا ارادہ ہو، وہ نہ تو بال کٹوائے اور نہ ہی ناخن ترشوائے (صحیح مسلم)

گویا اس طرح حجاج کرام کے ساتھ کسی درجہ میں مشابہت ہو جائے۔

ہم اگر کسی وجہ سے حج کے لیے نہ جاسکیں تب بھی ہم محروم نہیں ہیں کچھ اعمال نبی اکرم ﷺ نے ہمیں تلقین فرمائے انہیں اختیار کرنے کی کوشش کریں۔ آپ ﷺ اس عشرہ کے اول روز سے ہی روزہ رکھنے کا اہتمام فرمایا

کرتے تھے ہم بھی اس کے لیے کوشش کریں اور ذوالحجہ کے روزہ سے متعلق تو آپؐ کا یہ فرمان مبارک ہے کہ جو یوم عرفہ کا روزہ رکھے گا تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ایک سابقہ سال اور ایک آئندہ آنے والے سال کے گناہ معاف کر دے گا۔'' (صحیح مسلم)

اللہ تعالیٰ ہمارے دو سال کے گناہ معاف فرمائے گا۔ یہ روزہ دراصل ہے ہی مقیم حضرات کے لیے جو حج پر حاضر نہیں ہو سکے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ لیلۃ القدر بھی بہت عظمت والی ہے لیکن اس کا ہمیں علم نہیں ہوتا کہ کونسی رات ہوگی جبکہ ذوالحجہ تو معلوم ہوتا ہے کہ کب ہے، ٹھیک ہے ہم وہاں خاص مقام اور خاص میدان میں نہیں پہنچ سکے لیکن اللہ تو ہر جگہ ہے، وہ ہر ایک کی سنتا ہے اگر اس دن ان سب بندوں کو دیکھ کر اللہ کی رحمت جوش میں آتی ہے تو ہم بھی اس کے بندے ہیں، ہم بھی اللہ کی رحمت کو پکاریں: اے اللہ اگر تو نے ان کا نام بخشش کرنے والوں میں لکھا ہے اور ہماری توفیق نہیں ہے وہاں پہنچنے کی تو تو ہمیں یہاں معاف کر۔ لہٰذا عرفہ کے دن خوب خوب دعاؤں کا اہتمام کریں۔ ذوالحجہ کے ابتدائی 10 ایام کے لیے پلاننگ اس عشرہ کے شروع ہونے سے قبل ہی کی جائے۔ ایک دنیا دار انسان اپنے شعبہ جات سے متعلق تاریخوں کا حساب رکھتا ہے کیونکہ مخصوص ایام میں ان کی سیل بہت بڑھ جاتی ہے۔ ہم بھی الحمدللہ دین دار ہیں، دین دار بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان خصوصی ایام کے انتظار میں رہنا اور ان کا حساب رکھنا فطری ہے۔ بہت محرومی کی بات ہے کہ ہمیں معلوم نہ ہو کہ آج ذوالقعدہ کی کیا تاریخ ہے اور اس مبارک عشرہ کے شروع ہونے میں کتنے ایام باقی ہیں، بہت محرومی ہے کہ کسی کے بتانے سے ہمیں معلوم ہو کہ ذوالحجہ کا عشرہ شروع ہو گیا ہے۔

ان ایام میں بہت آسان ہوتا ہے کہ انسان اللہ کی رضا والے امور کو انجام دینا شروع کرے اور پھر اس پر وفات تک جمار ہنے کی توفیق بھی مانگے اور اگر ہماری زندگیوں میں خلاف شریعت کچھ اعمال ہیں تو فوراً ان سے توبہ کریں اور اللہ کی طرف سفر کے لیے قدم اٹھا لیں۔ ہمارے اسلاف ان خصوصی ایام میں اپنی زندگیوں سے متعلق بہت اہم فیصلے کیا کرتے تھے، پھر اللہ ہی کی توفیق ہوتی تھی کہ تاحیات اس پر قائم بھی رہتے۔ اس عشرہ میں بہت سے اعمال کیے جا سکتے ہیں لیکن نبی کریم ﷺ نے ہمیں کثرت ذکر کی تلقین کی ہے:

آپؐ نے فرمایا: ''ان دنوں میں تہلیل (لا الٰہ الا اللہ) تحمید (الحمدللہ)، تکبیر (اللہ اکبر) اور تسبیح (سبحان اللہ) کی کثرت کرو۔'' (شعب الایمان)

یہاں حضور ﷺ نے ہماری راہنمائی فرمادی ہے کہ ان افضل ایام میں افضل ترین عمل کونسا ہے۔ حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا سبحان اللہ والحمدللہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر کہنا میرے نزدیک ہر اس چیز سے محبوب ہے، جس پر سورج طلوع ہوتا ہے۔ (صحیح مسلم)

آپ ﷺ کا ایک اور ارشاد ہے کہ تم لوگ اللہ کی عظمت کا جو ذکر کرتے ہو تسبیح، تہلیل، تکبیر و تحمید کہ جو الفاظ کہتے ہو وہ عرش کے گرد چکر لگاتے ہیں اور ان کی ایسی بھنبھناہٹ ہوتی ہے جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ۔ وہ اپنے کہنے والے کا اللہ کے دربار میں ذکر کرتی ہیں۔ کیا تم نہیں چاہتے ہو کہ اللہ کے دربار میں تمہارا ذکر ہوتا رہے۔ (سنن ابن ماجہ)

آپ ﷺ کا ایک باغ پر سے گزر ہوا اور پوچھا اے ابوہریرہؓ کیا کر رہے ہو؟ کہا اے اللہ کے رسول ﷺ درخت لگا رہا ہوں۔ فرمایا: اس سے بہتر درخت تمہیں نہ بتاؤں؟ عرض کیا جی ضرور بتائیں اے اللہ کے رسول ﷺ۔ آپؐ نے فرمایا: کہو سبحان اللہ والحمدللہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ان میں سے ہر کلمہ کے بدلے جنت میں تمہارے لیے ایک درخت لگے گا۔ (سنن ابن ماجہ)

حضرت یسرہ ؓ یہ (مہاجرات میں سے تھیں) فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا کہ تم تسبیح، تہلیل اور تقدیس پڑھتی رہا کرو اور انگلیوں کے پوروں پر گنا کرو اس لیے کہ قیامت کے دن ان سے سوال کیا جائے گا۔ اور دیکھو ذکر کرنا مت بھولنا ورنہ اسباب رحمت بند ہو جائیں گے۔ (جامع ترمذی)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جیسے اللہ نے تمہارے درمیان تمہارا رزق تقسیم کیا ہے ویسے ہی تمہارے درمیان تمہارا اخلاق تقسیم کیا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ مال اس کو بھی دیتا ہے جس سے محبت کرتا ہے اور اس کو بھی دیتا ہے جس سے محبت نہیں کرتا مگر ایمان صرف اس کو دیتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے تو جو بچائے اپنے مال کو خرچ کرنے سے، (یعنی اس کے دل میں یہ ہو کہ خرچ کرنے سے کم ہو جائے گا) اور جو دشمن سے مقابلہ کرنے سے ڈرتا ہو اور خوف کھائے رات سے کہ وہ پریشان کرے گی اسے چاہیے کہ وہ اس قول کی کثرت کرے۔ کیا ہے وہ قول؟ لا الٰہ الا اللّٰہ، سُبْحَانَ اللّٰہِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ، وَاللّٰہ اَکْبَرُ (البیھقی فی شعب الایمان)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ شب معراج میں میری ابراہیمؑ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ اپنی امت کو میرا سلام پہنچا دیجیے گا۔ انہیں کہنا کہ جنت کی مٹی بہت اچھی ہے، اس کا پانی میٹھا ہے، میدان ہموار ہے اور اس جنت کے درخت سبحان اللہ والحمدللہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ہیں۔ (ترمذی)

اور حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی صبح و شام 100 مرتبہ ''سبحان اللہ وبحمدہ'' یہ کلمات پڑھتا ہے، قیامت کے دن کوئی اس سے زیادہ افضل عمل نہیں لا سکتا سوائے اس کے جس نے اس سے زیادہ یا اس کے برابر پڑھا ہو۔ (مسلم)

اللہ کے ذکر کے اور بھی بے شمار فوائد ہیں۔ اگر ہم واقعی شیطان کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں تو اس کے لیے بہترین ہتھیار ذکر اللہ کے سوا کوئی بھی نہیں ہے کیونکہ انسانی ذہن ہمیشہ کام میں لگا رہتا ہے اگر اسے ہم اللہ کے ذکر میں مصروف رکھیں گے تو یہ منفی سوچ سے بچا رہے گا اور شیطان ہم پر حاوی نہیں ہو سکے گا لیکن جیسے ہی ہم اللہ کے ذکر سے غافل ہوں گے تو پھر شیطان اس پر غلبہ کی کوشش کرتا ہے۔ پھر کوشش ہو کہ صبح کے وقت ضرور ذکر کرنے یا سننے کا اہتمام کر لیا جائے کیونکہ صبح جو آواز انسان کے کان میں پڑ جاتی ہے پھر دن بھر آسانی کے ساتھ وہ اس کی زبان پر جاری رہ سکتی ہے۔

اگر ان افضل ترین ایام میں بھی انسان اللہ کا قرب حاصل نہیں کر پاتا تو پھر تو بڑی سخت وعیدیں ہیں۔ جیسے رمضان المبارک کے مہینے سے متعلق حضرت جبرائیلؑ کی بد دعا ہے کہ ہلاک ہو جائے وہ شخص جو رمضان کا مہینہ پائے اور پھر بھی اپنی مغفرت نہ کروا سکے۔ (مستدرک حاکم)

اسی طرح سے ذوالحجہ کے مہینے سے متعلق بھی آپ ﷺ نے فرمایا جس پر حج فرض ہو جائے اور وہ پھر بھی اس کے لیے نہ نکلے تو اللہ کو کوئی فکر نہیں کہ یہ شخص یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔ (رواہ الترمذی)

آپ ﷺ نے فرمایا جو باوجود استطاعت کے قربانی نہ کرے اسے کہو کہ ہماری عیدگاہ میں بھی نہ آئے۔ (ابن ماجہ)

اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں عشرہ ذوالحجہ میں کثرت ذکر اور زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کی توفیق دے۔ آمین!

☆☆☆☆☆

قربانی کے فضائل و مسائل

فرید اللہ مروت

قربانی ایک اہم عبادت اور اسلام کے شعائر میں سے ہے، ہر صاحب نصاب آدمی پر ایک قربانی واجب ہے۔ یہ قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہے۔ اسلام میں قربانی ایک انتہائی محبوب عمل ہے۔

قربانی کی فضیلت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ذوالحجہ کی دس تاریخ کو ابن آدم کا کوئی بھی نیک عمل اللہ کے نزدیک (قربانی کا) خون بہانے سے زیادہ محبوب نہیں ہے اور قیامت کے دن قربانی والا اپنے جانور کے بالوں، سینگوں اور کھروں کو لے کر آئے گا (اور یہ چیزیں ثواب عظیم کا ذریعہ بنیں گی) اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نزدیک درجہ قبولیت پالیتا ہے۔ لہٰذا تم خوش دلی کے ساتھ قربانی کیا کرو۔'' (رواہ الترمذی)

گزشتہ گناہ معاف

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے (اپنی صاحبزادی) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے (قربانی کے وقت) فرمایا: ''اے فاطمہ! اپنی قربانی کے پاس حاضر ہو جاؤ کیونکہ اس کے خون کے پہلے قطرہ کی وجہ سے تمہارے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔'' حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا یہ فضیلت صرف ہمارے لیے یعنی اہل بیت کے واسطے مخصوص ہے یا سب مسلمانوں کے لیے ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''یہ فضیلت ہمارے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے ہے۔'' (الترغیب والترہیب)

تکبیر تشریق کی ابتدا

جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اپنے لاڈلے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ کے حکم سے ذبح کر رہے تھے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام جنت سے ان کا فدیہ لے کر پہنچے اور انہیں خطرہ ہوا کہ کہیں جلدی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اسماعیل علیہ السلام کو ذبح نہ کر ڈالیں، چنانچہ اس وقت ان کی زبان پر یہ کلمات آئے ''اللہ اکبر، اللہ اکبر'' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تو بول پڑے ''لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر'' اور جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کو فدیہ آنے کی اطلاع ہوئی تو آپؑ نے فرمایا ''اللہ اکبر وللہ الحمد''۔

تکبیرات تشریق

☆ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد

☆ نویں ذوالحجہ کی فجر کی نماز سے لے کر تیرھویں ذوالحجہ کی عصر کی نماز تک فرض نماز کے فوراً بعد ایک مرتبہ پڑھنا واجب ہے۔ مرد حضرات بلند آواز سے پڑھیں اور خواتین آہستہ پڑھیں۔

قربانی کا وقت

شہر میں ذوالحجہ کی 10 ویں تاریخ کو عید کی نماز کے بعد سے 12 ویں ذوالحجہ کے سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے تک ہے، جس دن بھی چاہے قربانی کرے قربانی صحیح ہو جائے گی لیکن قربانی کرنے کا سب سے بہترین دن عید الضحیٰ کا پہلا دن ہے پھر دوسرا دن، پھر آخری یعنی 13 ذوالحجہ کا دن۔ جہاں جمعہ اور عیدین کی نماز واجب ہے وہاں اگر کسی نے نماز سے فارغ ہونے سے پہلے قربانی کی ہے تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا اس پر نماز کے بعد دوسری قربانی کرنی لازم ہوگی۔

کتنی قربانیاں واجب ہیں؟

صاحب نصاب آدمی پر ایک ہی قربانی واجب ہوتی ہے، خواہ کتنا ہی بڑا مالدار ہو، خواہ کتنے ہی نصاب کا مالک ہو جائے ایک بکرا یا بکری یا دنبہ یا دنبی یا بھیڑ سے قربانی کرے یا گائے، بھینس اور اونٹ کے سات حصوں میں سے ایک حصہ لے کر قربانی کرے دونوں صورتیں درست ہیں۔

جانوروں کی عمریں

قربانی کے لیے جانوروں کی عمریں متعین ہیں۔

بکرا: ایک سال کا ہو۔

گائے، بیل، بھینس: دو سال

اونٹ: پانچ سال کا ہونا ضروری ہے، اگر مذکورہ جانوروں کی عمریں متعینہ عمر سے کم ہیں تو ان کی قربانی جائز نہیں ہوگی۔

ذبح کا مسنون طریقہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیاہی و سفیدی مائل کے سینگوں والے دو مینڈھوں کی قربانی کی۔ اپنے دست مبارک سے ان کو ذبح کیا اور ذبح کرتے وقت ''بسم اللہ واللہ اکبر'' پڑھا۔ میں نے دیکھا کہ اس وقت آپ ﷺ اپنا پاؤں ان کے پہلو میں رکھے ہوئے تھے، اور زبان مبارک سے ''بسم اللہ واللہ اکبر'' کہتے جاتے تھے۔ (صحیح بخاری و مسلم)

ذبح کے وقت جانور کا لٹانا اور مقام ذبح

مستحب یہ ہے کہ جانور کو سیدھی کروٹ پر قبلہ رخ لٹا کر اس کے اوپر اپنا پاؤں رکھ کر ذبح کرے۔ ذبح کا مقام حلق اور لبہ کے درمیان ہے اور گردن کو پورا کاٹ کر الگ نہ کیا جائے، نہ ہی حرام مغز تک کاٹا جائے، بلکہ حلقوم اور مری یعنی سانس کی نالی اور اس کے اطراف کی خون کی رگیں جن کو اوداج کہا جاتا ہے وہ کاٹے، اس طرح نجس خون بھی پورا نکل جاتا ہے اور جانور کو تکلیف بھی کم ہوتی ہے، اس طریقے کے خلاف جتنے بھی طریقے ہیں ان میں خون بھی پورا نہیں نکلتا اور جانور کو بلا ضرورت شدید تکلیف بھی ہوتی ہے۔

ذبح کی شرائط

☆ ذبح کرنے والا مسلمان یا کتابی ہو۔

☆ ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا جائے۔

☆ شرعی طریقہ کے مطابق حلقوم اور سانس کی نالی اور خون کی رگیں کاٹ دی جائیں۔

دعا

جب قربانی کا جانور قبلہ رخ لٹائے تو پہلے یہ آیت پڑھنا بہتر ہے:

﴿اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ o﴾ (الانعام: 79)

﴿اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o﴾ (الانعام: 162)

اور ذبح کرنے سے پہلے یہ دعا اگر یاد ہو تو پڑھے اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَلَکَ، پھر ''بسم اللہ واللہ اکبر'' کہہ کر ذبح کرے اور ذبح کرنے کے بعد یہ دعا اگر یاد ہو تو پڑھے:

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِكَ مُحَمَّدٍ وَخَلِیْلِكَ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْھِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام

اور اگر کسی اور کی طرف سے ذبح کر رہا ہے تو ''منی'' کی جگہ ''من فلاں'' کہے اور فلاں کی جگہ اس کا نام لے لے۔

تکبیر کہہ کر ذبح کرنے سے جانور حلال ہے

جس طرح بھی ''بسم اللہ واللہ اکبر'' کہہ کر جانور کو ذبح

کیا جائے وہ ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے اگر چہ کھڑے ہوئے جانور پر چھری پھیر دی جائے، اور اگر ذبح کرنے والا نماز اور روزہ کا پابند نہ ہو مگر مسلمان ہے اور اس کے ذبح کرنے سے ذبح کرنے والی رگیں کٹ جائیں تو جانور حلال ہے۔

بسم اللہ بھول گیا

اگر جانور کو ذبح کرتے وقت ”بسم اللہ واللہ اکبر“ کہنا بھول گیا اور جانور کو ذبح کر لیا تو اس جانور کا گوشت حلال ہے، کھانا جائز ہے، کیونکہ ذبح کرنے والا مسلمان ہونے کی بنا پر فرض کر لیا جائے گا کہ اس نے اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح نہیں کیا۔

تمام حصہ داروں کے لیے ”بسم اللہ“ کہنا

قربانی کے ایک جانور میں جتنے افراد شریک ہوں گے تمام افراد کے لیے جانور کو ذبح کرتے وقت ”بسم اللہ“ کہنا ضروری نہیں، صرف ذبح کرنے والے اور اس کے ساتھ چھری پر یا ذبح کرنے والے کے ہاتھ پر وزن رکھنے والوں پر ”بسم اللہ“ کہنا ضروری ہے، جانور میں حصہ لینے والے یا جانور کے ہاتھ پاؤں پکڑنے والوں پر ”بسم اللہ“ کہنا ضروری نہیں۔

جانور کی تکلیف کم سے کم ہو

ذبح کے وقت اس بات کا پورا اہتمام کیا جائے کہ جانور کو تکلیف کم سے کم ہو، اس لیے یہ حکم دیا کہ چھری کو تیز کرے اور ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح نہ کرے اور حلقوم وغیرہ پورا کاٹے تاکہ جان آسانی سے نکل جائے۔

قربانی کے جانور سے نفع اٹھانا

قربانی کرنے سے پہلے بال کاٹ کر اور دودھ دھو کر خود استعمال نہ کرے بلکہ صدقہ کر دینا لازم ہے، البتہ قربانی کے بعد کٹے ہوئے بال اور تھن میں سے نکلا ہوا دودھ استعمال کرنا جائز ہے کیونکہ جانور کے ذبح کرنے کا جو مقصد تھا وہ حاصل ہو گیا، ذبح کرنے کے بعد جس طرح اس کا گوشت استعمال کرنا جائز ہے اسی طرح بال، دودھ اور چمڑا وغیرہ بھی خود استعمال کرنا جائز ہے۔

قربانی کے گوشت کا مصرف

قربانی کے گوشت کی تقسیم کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ گوشت کے تین حصے کر لیں۔ ایک حصہ خود اور بال بچوں کو کھلا دیں، ایک حصہ عزیز واقارب، دوست واحباب میں بانٹ دیں اور ایک حصہ مستحق فقراء ومساکین کو دے دیں۔ اگر محلہ میں غریب زیادہ ہوں تو جتنا زیادہ بانٹ دیا اتنا بہتر ہے۔

خصی جانور

خصی بکرے، مینڈھے، بیل کی قربانی جائز ہے، اس میں کسی قسم کی کراہت نہیں، چاہے خصیتین کاٹ کر نکال دیے جائیں یا دبا کر، دونوں کی قربانی صحیح ہے، خود حضرت محمد ﷺ نے خصی جانور کی قربانی فرمائی ہے۔

عمر اور دانت

قربانی کے لیے جانور خریدتے وقت عام طور پر جانور کے دانت دیکھنے کا رواج ہے حالانکہ شریعت میں عمر کا اعتبار ہے دانت کا اعتبار نہیں ہے۔ البتہ مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ قربانی کے لیے جانوروں کی عمریں متعین ہیں، چونکہ اکثر حالات میں جانوروں کی صحیح عمر معلوم نہیں ہوتی، اس لیے ان کے دانتوں کو عمر معلوم کرنے کا اور اس پر عمل کرنے کا احتیاطاً حکم دیا گیا ہے۔ دانتوں کی علامت ایسی ہے کہ اس میں کم عمر کا جانور نہیں آ سکتا ہے، ہاں زیادہ عمر کے جانور کا آ جانا ممکن ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ اگر بکرا ایک سال کا ہے اور پکے دانت نہ نکلے ہوں تب بھی اس کی قربانی جائز ہے۔

گیارھویں یا بارھویں ذوالحجہ کو عید کی نماز ہوئی

اگر کرفیو، آندھی، طوفان، بارش اور سیلاب وغیرہ کی وجہ سے عید کی نماز دسویں ذوالحجہ کو نہیں ہوئی بلکہ گیارھویں یا بارھویں تاریخ کو عید کی نماز ادا کی گئی تو اس صورت میں نماز سے پہلے بھی قربانی کے جانور کو ذبح کرنا جائز ہوگا۔

گابھن نکلی

اگر قربانی کے ارادہ سے جانور خریدا بعد میں معلوم ہوا کہ وہ گابھن ہے تو اس صورت میں اگر جانور خریدنے والا صاحب نصاب ہے تو وہ اس جانور کے بجائے دوسرا جانور خرید کر قربانی کر سکتا ہے اور گابھن جانور خود بھی پالنے کے لیے رکھ سکتا ہے اور اگر فروخت کرنا چاہے تو فروخت بھی کر سکتا ہے اور اگر جانور خریدنے والا خود نصاب کا مالک نہیں تھا تو اس پر اسی جانور کی قربانی لازم ہوگی۔ اگر قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کے بعد پیٹ سے زندہ بچہ نکلے تو اس کو ذبح کر دیا جائے اور اگر مردہ نکلے تو اس کو استعمال میں لانا جائز نہیں۔ اور اگر اس کو قربانی کے ایام میں ذبح نہیں کیا تو قربانی کے ایام گزرنے کے بعد صدقہ کر دیا جائے اور اگر آئندہ سال اس بچے کی قربانی کی تو واجب قربانی ادا نہیں ہوگی اور ذبح کیے ہوئے جانور کے بچے کو صدقہ کر دینا ضروری ہے۔

بانجھ

بانجھ جانور کی قربانی درست ہے، کیونکہ اس پر ممانعت کا حکم نہیں آیا اور بانجھ ہونا قربانی کے لیے عیب نہیں ہے۔ جس طرح جانور کا خصی ہونا اور جفتی سے عاجز ہونا قربانی کے لیے عیب نہیں ہے، اسی طرح بانجھ ہونا بھی عیب نہیں، بلکہ بانجھ جانور اکثر و بیشتر لحیم وشحیم (خوب موٹا تازہ) ہوتا ہے اور گوشت بھی عمدہ ہوتا ہے اس لیے قربانی جائز ہے۔

جرسی گائے کی قربانی

تعارف: جرسی گائے کی پیدائش فطری طریقہ یعنی نر و مادہ کے اختلاط اور صحبت سے نہیں ہوتی بلکہ گائے پر جب شہوت کا غلبہ ہوتا ہے اور اسے نر کی ضرورت پیش آتی ہے جسے ماہر لوگ سمجھ لیتے ہیں اس وقت انجکشن کے ذریعہ ولایتی بیل کا نطفہ اس کے رحم میں پہنچا دیا جاتا ہے اس سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے اسے ”جرسی گائے“ کہا جاتا ہے۔ عام گایوں کی طرح اس کی پشت پر کوہان کی طرح ابھار نہیں ہوتا۔ چونکہ ولایتی بیل کا نطفہ انجکشن کے ذریعہ گائے کے رحم میں پہنچایا جاتا ہے اور اس سے بچہ کی ولادت ہوتی ہے تو اسے گائے کا بچہ کہا جائے گا اور اس کا کھانا حلال ہوگا اور قربانی کرنے سے قربانی بھی جائز ہوگی البتہ قربانی ایک عظیم عبادت ہے اس میں ایسا جانور ذبح کرنا بہتر ہے جس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہ ہو، جب غیر مشتبہ جانور آسانی سے دستیاب ہو سکتے ہیں تو اس قسم کے مشتبہ جانور کو ذبح نہ کرنے میں احتیاط ہے، اپنی عبادت کو مجبوری کے بغیر مشتبہ بنانا مناسب نہیں۔

جانور گم ہو گیا

اگر صاحب نصاب آدمی نے قربانی کے لیے جانور خریدا اور جانور گم ہو گیا اور اس نے قربانی کے لیے دوسرا جانور خریدا، قربانی کرنے سے پہلے گم شدہ جانور بھی مل گیا، اب اس کے پاس کل دو جانور ہو گئے تو اس صورت میں دونوں جانوروں میں سے کسی ایک جانور کی قربانی کرنا واجب ہے، دونوں کی نہیں۔ البتہ دونوں جانوروں کی قربانی کر دینا مستحب ہے۔ لیکن اگر کسی فقیر نے ایسا کیا تو اس پر دونوں جانوروں کی قربانی کرنا واجب ہوگا، کیونکہ فقیر پر قربانی واجب نہیں تھی، قربانی کی نیت سے جانور خریدنے کی وجہ سے قربانی واجب ہو گئی، جب دو جانور اس نیت سے خریدے تو دونوں کی قربانی لازم ہوگی۔

شوہر کے لیے بیوی کی طرف سے قربانی کرنا ضروری نہیں

بیوی کی طرف سے قربانی کرنا شوہر پر لازم نہیں، البتہ شوہر بیوی کی اجازت سے اس کی طرف سے قربانی کر سکتا ہے۔

اولاد کی طرف سے والدین کے لیے قربانی کرنا

ماں باپ کے لیے اولاد کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے لیکن اولاد پر واجب نہیں ہے۔ اگر والدین اور اولاد ایک ساتھ رہتے ہیں تو باپ صرف اپنی قربانی کرے گا۔ اگر اولاد صاحب نصاب ہیں تو وہ اپنی قربانی خود کریں گے۔

ایصالِ ثواب کے لیے قربانی کرنا

مردوں کو ثواب پہنچانے کے لیے قربانی کرنا جائز ہے اس سے مردوں کو فائدہ ہوگا، اور ایصال ثواب کے لیے ایک حصہ قربانی کر کے اس کا ثواب بہت سارے مردوں کو بلکہ تمام امت مسلمہ کو بھی پہنچانا درست ہے، اس قسم کی نیت کرنے کی صورت میں تمام امت مسلمہ کو ثواب ملے گا۔

قرض لے کر قربانی کرنا

اگر قربانی واجب ہے اور نقد رقم نہیں تو قرض لے کر قربانی کرنا لازم ہوگا اور اگر قربانی واجب نہیں تو قرض لے کر قربانی کرنا بہتر نہیں، تاہم اگر قربانی کرے گا تو قربانی ہو جائے گی اور ثواب ملے گا اور قرض کی رقم ادا کر دینا اس پر لازم ہوگا۔

گوشت کھانے کی نیت سے قربانی کرنا

اگر کسی نے صرف گوشت کھانے کی نیت سے قربانی کی، ثواب کی نیت سے قربانی نہیں کی تو اس کی قربانی صحیح نہیں ہوگی، ایسے آدمی پر ضروری ہے کہ قربانی کے ایام میں ایک اور قربانی کرے۔

قربانی کرنے والا ایک ملک میں اور جانور دوسرے ملک میں

اگر قربانی کرنے والا ایک ملک میں اور قربانی کا جانور دوسرے ملک میں ہو تو اس صورت میں جانور اور قربانی کرنے والے دونوں کا اعتبار کیا جائے گا یعنی دونوں کے اعتبار سے عید کے جو مشترکہ دن ہوں گے ان میں قربانی کرنا لازم ہوگا۔

سعودی عرب میں، عام طور پر سعودی عرب میں قربانی کا دن ایک دن پہلے ہوتا ہے اور پاکستان میں ایک دن بعد تو ایسی صورت میں قربانی کے مشترکہ ایام پاکستان کا پہلا اور دوسرا دن ہے۔

قربانی میں وکیل بنانا

اگر ایک آدمی نے دوسرے آدمی کو قربانی کرنے کے لیے وکیل اور نائب مقرر کر دیا ہے تو جانور خریدنے اور ذبح کرنے میں وکیل اور نائب کی نیت کافی ہے اور وکیل اور نائب اصل کی جانب سے قربانی دینے کی نیت سے جانور ذبح کرے۔

وصیت

اگر کسی نے قربانی کے لیے وصیت کی ہے اور مال بھی چھوڑا ہے جس سے قربانی ہو سکے تو اس وصیت کی رو سے ولی یا وصی پر قربانی کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

کافر کو گوشت دینا

کافروں کو بلا اجرت قربانی کا گوشت دینا جائز ہے البتہ غریب مسلمانوں کو دینے کا ثواب زیادہ ہے کیونکہ یہ مستحب ہے، اس لیے قربانی کا گوشت مسلمانوں کو دینے کی کوشش کرنی چاہیے۔

مساجد میں کھالیں دینا

قربانی کی کھال فروخت کرنے کے بعد جو رقم قیمت کے طور پر ملتی ہے وہ صدقہ کر دینا واجب ہے۔ قربانی کی کھال کی رقم مسجد کی تعمیر اور امام و مؤذن اور خادم وغیرہ کی تنخواہ وغیرہ میں دینا جائز نہیں۔

چرمِ قربانی کا حکم

چرم قربانی فروخت کرنے سے پہلے تو خود بھی استعمال کر سکتا ہے اور مالداروں کو بھی ہدیہ کے طور پر دے سکتا ہے اور فقراء و مساکین پر صدقہ بھی کر سکتا ہے لیکن اگر روپیہ پیسوں کے عوض فروخت کر دیا تو خواہ کسی نیت سے فروخت کیا ہو اس کا صدقہ کر دینا واجب ہو جاتا ہے اور اس کا مصرف صرف فقراء و مساکین ہیں، مالداروں کو دینا یا ملازمین و مدرسین کی تنخواہوں میں دینا جائز نہیں۔

قصاب کی اجرت

قربانی کے جانور کے کسی جزء مثلاً کھال یا گوشت وغیرہ سے قصاب کی اجرت دینا یا قیمت میں وضع کرنا جائز نہیں ہے، اگر کسی نے ایسا کیا تو قربانی ہو جائے گی لیکن کھال کی قیمت یا جتنا گوشت دیا ہے اس کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہوگا۔

میرے محترم بھائیو! اپنے حالات پر نظر کریں۔ اگرچہ ''چہ نسبت خاک را با عالم پاک'' کا معاملہ ہے لیکن سنت ابراہیمی کا یہی تقاضا ہے کہ ہم بھی کسی قسم کی قربانی سے گریز نہ کریں۔ ابراہیم علیہ السلام کی طرح ہماری زندگی بھی ہم سے بہت سی قربانیوں کا مطالبہ کرتی ہے۔ آج اسلام کی غربت اور دین کی بے بسی ہم سے قربانی کا مطالبہ کرتی ہے۔ قربانی ہی وہ واحد راستہ ہے جس پر چل کر اللہ کے بندوں کی ایک قلیل جماعت نے پوری انسانیت کی کایا پلٹ دی اور ظلم و ناانصافی کی حکمرانی کا خاتمہ کر کے عدل و انصاف کے جھنڈے لہرا دیئے۔ جبر و استبداد کی دنیا پر ایسا زوال آیا کہ کبر و ناز اور غرور و تکبر سے اکڑی ہوئی گردنیں خم ہوگئیں۔ دشت و جبل نعرہ ہائے تکبیر کی فلک شگاف صداؤں سے گونج اُٹھے۔ مختلف مسلمان ممالک ہی نہیں قبلہ اول بھی اللہ کے باغیوں کے قبضے میں ہے۔ مالک ارض و سماوات کے قانون کی بجائے وہ اپنا قانون، اپنی ''شریعت''، اپنا نظام اور اپنا طرز زندگی دنیا پر مسلط کیے ہوئے ہیں اور ہم خاموش بیٹھے ہیں۔ دین ہم سے قربانی مانگتا ہے مگر ہم اس کے لیے تیار نہیں۔ ہم روزانہ اخبارات میں کشمیر، قبائلی علاقوں، افغانستان، عراق، بوسنیا، برما اور فلسطین کے مسلمانوں پر ظلم و تشدد کی خبریں پڑھتے ہیں، ظالمانہ کارروائیوں، وحشیانہ حملوں اور اجتماعی زیادتیوں کے بارے میں سنتے ہیں لیکن پھر بھی ہم سب گل و بلبل کی داستانوں، گلستانوں کی عطر بیز فضاؤں اور اس عالم رنگ و بو کی رنگینیوں میں عیش و عشرت سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ٹی وی، کیبل، ڈش انٹینا اور سنیما ہالوں کے فحش مناظر اسلامی طرز معاشرت و ثقافت اور دینی و اخلاقی اقدار کا جنازہ نکال رہے ہیں اور قوم کے جذبہ جہاد کو گھن کی طرح کھا رہے ہیں۔ کیا یہ صورتحال ہم سے اپنی آرزوؤں، آدرشوں، مقاصد، اہداف اور انداز زندگی کی قربانی کی متقاضی نہیں ہے؟ اگر ہے، اور یقیناً ہے، تو پھر یہ قربانی ہم کب دیں گے!

ہمیں چاہیے کہ اپنی اصلاح اور محاسبہ کریں۔ اگر ہم نے اب بھی کائنات میں ہونے والی تبدیلیوں سے سبق نہ سیکھا اور اپنی زندگی میں انقلاب بپا نہ کیا تو یاد رکھیے ہمارا نام و نشان بھی صفحۂ ہستی سے مٹ سکتا ہے۔ بقول شاعر ؎

نہ سمجھو تو مٹ جاؤ گے ''اے غافل مسلمانو!''
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

☆☆☆

دعائے مغفرت

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

☆ ماڈل ٹاؤن تنظیم کے ملتزم رفیق محترم کرنل (ر) ریاض الحق کے بڑے بھائی ائیر مارشل (ر) محترم انعام الحق وفات پا گئے

اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَاَدْخِلْهُ فِيْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْهُ حِسَابًا يَّسِيْرًا

Why Modern Intellectuals don't reach the Truth?

The pendulum of our age swings with the thrust of relativism, the amplitude of uncertainty while hinging on subjectivity. Paradoxes that defy the best brains, stir the calmest hearts and threaten the conviction of most, revolve around Truth. Reality is a supreme puzzle harder to join after the ascent of intellect. Most religions demand leaps of faith too big for inquisitive minds. Science's relentless pursuit of facts renders it cold for human emotions. Philosophy cannot avoid and instead drowns in the waves of its times. Psychology mocks man's dignity by deeming him a puppet dancing to an unheard tune. Intuition and imagination in Art and Literature fail to serve the utilitarian ends of materialism. Hedonism is a forbidden tree whose fruits poison man's soul; so pleasure, too, is not a beacon of guidance. Thus a cry for intellectual unity among all kinds of people seems fruitless. Yet, one definition of truth worthy of highest consent is that it has to pass the deepest scrutiny of reason and stand the longest test of time.

Is there anything that is qualified to be called the Truth? Do we need a Truth to live for? Can there ever be a single Truth which would unite the whole world without any conflicts? Or is Truth the unmatched utopia which will never prevail beyond wishful thinking? Does Truth stand independent of us? Is Truth only an illusion of our psyche? Is it an inevitable epi-phenomenon of the natural disposition of our brain? Do we see things as they are or as we are? Is there a visionary who, blessed with the height of wisdom, possesses a magical answer to these unsolved riddles of our times? The History of Western Thought is full of false prophets who claimed to bring man out of darkness.

Once upon a time, man was foolish, naive, "backwards" and irrational. When he would set his eyes upon the mighty mountains, he would think of a Creator behind them. When he would witness the undisturbed alternation of sun and moon, he would imagine a God moving them. When he would see his body designed with fragility and perfection, he would ascribe the same cause to it. When he would be in need, he would lift his hands for a prayer. When he would be confused about right and wrong, he would open a Holy Book. However, thanks to science, technology, intellect and progress, there is no such idiocy anymore. Now he can explain everything with science and logic. He does not need fairytales to be fascinated with; perhaps he has grown too wise for them. How superstitious was he!

The above is an excerpt from the diary of a modern man as to how he views religion. Is not it wondrous that some of the most educated and intelligent people turn completely stupid when it comes to religion? People who can design highly complex integrated circuits fail to understand a simple teaching of religion. We have already read the modern man's explanation, but the secret is much deeper than that which, if understood, would not have given birth to so many "isms".

The body-soul duality has confused some of the most sophisticated minds since ages. Spiritual masters of all traditions claim that the soul, too, has organs. Let us consider what Western Philosophy calls as the mind-body problem. Neuroscientists claim the dualism of mind-brain to be true; the mind is to soul what the brain is to body; the mind is a 'spiritual' brain distinct from the biological brain. To understand how they interact, let us consider computer technology as an analogy. Intelligence itself belongs to the software but it cannot perform its function without its information processor i.e. the hardware. Mind is like the software whereas brain is like the hardware. Furthermore, in both cases, the earlier is non-material whereas the later is material.

Perhaps the two most fascinating scientific discoveries in the last few years are as follows.

the earlier is non-material whereas the later is material.

Perhaps the two most fascinating scientific discoveries in the last few years are as follows. Firstly, the biological heart which has been considered as only a blood-pump since ages is actually a lot more than that i.e. it is an intelligent organ. Secondly, there is a dualism of heart as well i.e besides the biological heart, there is a spiritual heart. Recently, a relatively new medical discipline known as Neurocardiology has uncovered the presence of the neurons in the heart, the same type of cells that are present in the brain. There are as many as 40000 neurons in the heart. The nervous system of the heart is made up of these neurons which are capable of processing information without the help of neurons from the brain. The neurons of the heart obtain information from the rest of the body and make appropriate adjustments and send back this information from the heart to the rest of the body including the brain. In addition to this, these neurons possess a kind of short-term memory which allows them to function independently of the central nervous system.

These findings prompted the nervous system of the heart being mentioned as the "brain in the heart". The heart possesses its own little brain, capable of complex computational analysis on its own. Data clearly indicate that the intrinsic cardiac nervous system acts as much more than a simple relay station for the extrinsic autonomic projections to the heart. An understanding of the complex anatomy and function of the heart's nervous system contributes an additional dimension to the newly emerging view of the heart as a sophisticated information processing center, functioning not only in concert with the brain but also independent of it.

Joseph Pearce, in "Evolution's End", claims that the biological heart is governed by another higher unseen order of energy. The behaviors of people after heart-transplants reflect that of the late donors. Experiments were done on two cells taken from the heart and observed through a microscope. In the first experiment in which they are isolated from one another they simply fibrillate until they die but when similar cells are brought near to each other, they synchronize and beat in unison. They don't have to touch they communicate across a spatial barrier. Our heart made up of many billions of such cells operating in unison is under the guidance of a higher, non-localized intelligence so we have both a physical heart and a higher universal heart and our access to the latter is dramatically contingent on the former.

Knowledge itself is neither Western nor Eastern. Science is neither materialistic nor spiritual in its scope and purpose; it is concerned with the observation, collection and definition of facts and the derivation from them of general rules. But the inductive conclusions derived from them are not based on facts and observations alone but are influenced, to a very large extent, by the intuitive attitude towards life and its problems. The great German philosopher, Kant, said: "It seems surprising at first, but is none the less certain, that our reason does not draw its conclusions from things, but ascribes them to it"... This ascription cannot be free from intuition coming from the heart.

The role of biological heart and the existence of spiritual heart that Science has discovered now were revealed in the Quran, in more than 100 verses, 15 centuries earlier. But Islam did not just settle there and took the concept to another level altogether. It further explained the role of spiritual heart (qalb) as well which would, in turn, create all the difference. Quran says that God (Allah *SWT*) neither exists in the heavens nor on the earth but only in the qalb of His *(SWT)* true followers. The qalb is His *(SWT)* home but He *(SWT)* enters it only when it is clean enough for Him *(SWT)*. If man flies to the highest sky of reason, he would find nothing but the clouds of Truth, only if the wings of faith take him that far!

Source*: Excerpts taken from the bestselling book by Aadil Farook*

VOL : 26 Regd. C.P.L NO. 114 No.33
Weekly Nida-e-Khilafat Lahore